شرح

دیوان اردوی غالب

موسوم بہ

وجدان تحقیق

حصہ اول مصنفہ

خاکسار محمد عبد الواجد المتخلص بہ واجد فارسی مدرس سٹی ہائی اسکول

علاقہ سرکار نظام وفرزند حضرت والہ مرحوم ومغفور

در مطبع فیض منبع فخر نظامی بقالب طبع آمد

حیدرآباد دکن ۱۳۱۹ھ ہجری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تصنیفات حضرت مولانا مولوی محمد عبد العلی نوآلہ دکنی مرحوم و مغفور

(۳۰) دیوان والہ موسوم بہ اسم تاریخی چمنستان بہشت بزبان فارسی ضخامت بیس جزو کاغذ چکنا سفید ساٹھ پونڈ کا چھاپہ صاف خوشخط ٹیٹل پیج زرد رنگ کاغذ پر سرخی سے چھپا ہوا تمام دیوان نہایت آب و تاب کے ساتھ چھپا ہے۔ اس دیوان میں (۹) قصیدے (۴) مرثیے (۱) خمسہ (۱۳۲) قطعات بدین تفصیل قطعات تاریخی (۷۶) اور قطعات غیر تاریخی (۵۶) اور (۱۳۵) غزلیات اور (۱۹۳) رباعیات بدین تفصیل رباعیات تاریخی (۱۰) اور رباعیات غیر تاریخی (۱۸۳) اور چند متفرق اشعار اور تاریخیں ہیں۔ اس دیوان میں جملہ (۳۳۴۸) اشعار مندرج ہیں۔ حضرت والہ مرحوم و مغفور کا کلام ایرانی پسند ہے صاحب موصوف کا نام اور کلام ایران تک پہونچا ہے۔ کلام کی فصاحت و بلاغت اور مضمون آفرینی و جدت اور رنگینی اور بندش کی عمدگی اور عاشقانہ مذاق اور واعظانہ مطالب اور درد و غم کا بیان اور خیال کی وسعت و کثرت اندازۂ بیان سے بڑھکر ہے۔ فارسی کے شایقوں اور طالب العلموں کیواسطے نہایت مفید اور اہل دکن کے لئے سرمایۂ ناز و باعث افتخار ہے۔ باوجود اتنی خوبیوں کے قیمت کتاب صرف ڈھائی روپے سکہ حالی یا دو روپیہ سکہ کلدار۔

انشای والہ موسوم بہ اسم تاریخی گلستان نثر حصہ اول و دوم بزبان فارسی۔ پہلے حصہ میں وہ مراسلات و عرایض ہیں جو مولوی عنایت الرحمن خانصاحب دہلوی معتمد

شرح

دیوان اردوی غالب

حصۂ اول

مصنفہ

خاکسار محمد عبدالواحد المتخلص واجد

فرزند حضرت والہ مرحوم

سنہ ۱۹۰۲ عیسوی

هوالفتاح

دیباچہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد حمد الٰہی و نعت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مخفی و محتجب نہ رہے کہ
جب رسالہ **وثوق صراحت** میری کوشش سے طبع ہو کر چھپ گیا تو
اسی دن سے میرا یہہ ارادہ ہو گیا تھا کہ اسکا ایک ضمیمہ لکھڈالوں مگر قلت
فرصت کی وجہ سے ایک مدت تک بسلسل یہہ کام کرسکا کبھی کبھی کچھ کچھ بعوض
جب فرصت ملی اور جب طبیعت ادہر آگئی لکھتا رہا اور اس کام سے ہمہ تن
غافل نرہا آخر یہہ کام ایک مدت مدید کے بعد خداے منعام کے افضال و اکرام سے
انجام کو پہونچا اور یہہ ضمیمہ میرے ارادے کے موافق کامل اور پورا ہو گیا۔ بعد
اختتام کے مین نے اس کے دو نام رکھے ایک **وجدان تحقیق** اور دوسرا
توضیح اشارات واله اس ضمیمے کے اندر بہت سی مفید باتین مین نے
مندرج کی ہین جن سے ایک طالب فن اور شائق علم ادب بہت کچھ نفع حاصل
کرسکتا ہے۔ اگرچہ شاعری میرا کام نہین اور نہ مین اوسکو اپنے لئے فخر سمجھتا

کہ اشعار کی شرح بازی کرتا رہون مگر چونکہ ایک غیر مکمل شرح شایع ہو گئی تھی اور حضرت قبلگاہی مولانا والہ مرحوم و مغفور کا انتقال حین تصنیف مین ہوگیا تھا اور حضرت مرحوم کو اجل نے فرصت و مہلت ندی تھی لہذا مین نے اپنی لیاقت کے بموجب اس کام کو پورا کیا - کیون کہ خردمندون نے کہا ہے

مصرع پدر اگر نتواند پسر تمام کند -

بی - اے کلاس کے چند جید طالب علم جو فارغ التحصیل ہونیوالے تھے نظام کالج مین حضرت مولانا والہ مرحوم و مغفور سے مرزا غالب دہلوی کا اردو دیوان جسکی شرح کا یہہ ضمیمہ ہے بطور سرکاری پڑہتے تھے اور سیکڑون دقائق و نکات جو مولانا ی مغفور کی زبان مبارک سے سنتے تھے اپنے دل و دماغ مین رے لئے تھے مگر افسوس ہے کہ وہ جواہر گران بہا صفحۂ قرطاس پر نہ آئے اور مولانا ے مرحوم کے سینۂ کرامت گنجینہ مین ہی رہگئے - گویا یہہ بہی اردو زبان کی ایک بدنصیبی تہی - باانیہمہ مولانا ے مغفور نے جسقدر لکھا ہے اُسکے نتیج اور مفید ہونے مین میرے نزدیک کوئی شبہہ نہین ہے - شائقان شعر و سخن اور پیروان مرزا غالب کیلئے غنیمت عظمی و موہبت کبری ہے - غیر ازین نیت کہ اسمین اور بہت سے مضمون بڑہانیکی ضرورت تہی یہہ کام دوسرے شارحین سے ہوسکتا ہے چنانچہ مین نے اس کام کو انجام دیا - کسی نے کیا خوب کہا ہے مصرع

ہر کہ آمد مزید کرد بران - میرا دیوانہ دل وثوق صراحت کے اختصار کو نہین دیکھتا بلکہ اُسکے اعتبار کو دیکھتا ہے اگرچہ بہت مختصر ہے لیکن بہت معتبر ہے - ہر ایک لفظ جو اُس محقق کے قلم سے ٹپک گیا ہے میری نظرون مین

جواہر زواہر کی قیمت رکھتا ہے - گو بہت سے حضرات اس کے مخالف ہون گے مگر میرے دیوانے دل نے اس مختصر رسالے کے ساتھہ عاشقی کا درجہ حاصل کیا ہے - ہمیشہ اُس کے حسن و جمالِ اعتبار کا جلوہ دیکھا کرتا ہے درحقیقت حسنِ اعتبار ہی عجیب شے ہے ؎ ابدال اس کے مختصر ہونیکو تو ہرگز نہ دیکھہ * دیکھہ آخر کیا لکھا ہے حضرت اُستاد نے - چونکہ مرزا صاحب خاص دہلی کے باشندے تھے اور دہلی جیسے شہر مین جو ہندوستان کا دوامی دارالسلطنت اور اردو زبان کا دارالعیار رہا ہے اُن کی اُستادی کا ڈنکا بجا ہے لہذا میری راے مین مرزا صاحب کے اردو کلام پر زبان کے متعلق کوئی اعتراض وارد ہو نہین سکتا - بلکہ اردو مین زبان کے متعلق مرزا صاحب نے جو کچھہ کہا ہے سب مستند اور مسلم الثبوت ہے - اور اُن دہلی والون کے پاس جو دانشمند ہین معتبر ہے اور وہان سے تمام ہندوستان مین مسلم ہے - ظاہر ہے کہ میرزا غالب دہلوی کوئی معمولی شاعر نہین تھے اردو مین اُن کا شہرہ عالمگیر ہے دہلی مین مولانا ذوق کے بعد اُنکا کوئی ہمسر ہوا - اس ضمیمہ کے اندر مین نے لفظی اور معنوی تحقیق مین کامیابی کے ساتھہ بہت کوشش کی ہے اور اسیواسطے **وجدان تحقیق** اسکا نام رکھا ہے - اور حضرت **والہ** مرحوم کے اشارات کی صراحت اور وضاحت کرنے مین بھی بہت کچھہ دقت اٹھائی ہے اور اسی لحاظ سے اسکا دوسرا نام **توضیح اشارات والہ** رکھا ہے - غالباً حضرت **والہ** مرحوم جب نظر ثانی کرتے تو بہت سے مضمون اپنی شرح مین بڑہا دیتے جن سے تمام شرح بالکل عام فہم ہو جاتی - مین نے کئی مضمون

اس ضمیمہ کے اندر اسی شرح کو یعنے حضرت والہ مرحوم کی شرح کو اپنا رہبر اور
رہنما بنا کر لکہے ہین اور اون غیر مکمل نوٹون کو اچہی طرح سے مکمل کیا ہے -
اور اس بات مین کوئی شک نہین کہ شرح دیوان غالب کی بنیاد حضرت والہ
مرحوم نے ہی اپنے مبارک ہاتہون سے رکہی ہے - حضرت مصنف مرحوم کا انتقال
حین تصنیف مین ہو جانے سے شرح غیر مکمل اور ناتمام رہگئی - ظاہر ہے کہ ہر شخص
خوض نہین کرسکتا - چاہیئے کہ ہر ایک شعر کا مطلب شارح بنفس نفیس تفصیل
وتکمیل کے ساتہہ بیان کر دے تاکہ دیکہنے والون کو خوض و غور کی حاجت
اور زحمت نہ پڑے لہذا مین نے انہین دنون سے جب کہ یہہ شرح میرے
باہتمام چہپ گئی ہی اسکا ضمیمہ لکہنا شروع کر دیا تہا - ع

بنا کے آئینہ دیکہے ہے پہلے آئینہ گر — ہنرور اپنے ہی عیب ہنر کو دیکہتے ہین

حضرت قبلگاہی و استادی مولانا مولوی محمد عبد العلی المتخلص بہ والہ
رحمۃ اللہ علیہ و قدس اللہ سرہ کی تحقیق اور تدقیق کو کونسا شخص ہے جو نہین جانتا
جن صاحبون نے حضرت مرحوم سے علم حاصل کیا ہے وہ فرماتے ہین کہ
ایک ایک شعر دقیق اور ایک ایک مشکل اور پیچیدہ عبارت اور دقت طلب و اشکال
آمیز مضمون کے حل کرنے اور کہولنے کے متعلق اسقدر عمدگی اور صفائی اور
تفصیل اور صراحت سے شرح بیان فرمایا کرتے تہے کہ ایک شعر کے بیان کرنے مین
چار چار اور آٹہہ آٹہہ روز کی مدت کافی و مکتفی ہوتی تہی اور کوئی دقیقہ باقی
نہین رکہتے تہے جسکو بیان نکردین اور خود اس خاکسار نے فارسی کے شعر
اور انشا کی کتابین حضرت والہ مرحوم سے پڑہی مین لہذا اس بات کی

مین تحریر فرماتے ہین کہ فریادیون کا لباس جو قدیم مین دستور تہا۔ یہہ کنایہ ہے عجز و بیچارگی و تظلم وزاری سے۔ اب ہمنے اس اصطلاح کے معنے بیان کرنے مین مرزا صاحب نے جو غلطی کی ہے اوسکی وجہ یہہ ہے کہ مرزا نے فارسی کے قدیم لغات مثل بہار عجم اور برہان قاطع کے دیکہے تہے اُن لغات مین اس اصطلاح کے معنے صرف دادخواہی کے لکہدیے ہین تو مرزا نے یہہ سمجہا ہوگا کہ زمانہ حال مین بھی یہہ طریقہ جاری ہے مگر حضرت والہ مرحوم نے جو شعر و سخن کے علاوہ تحقیق کے دلدادہ اور عاشق و شیدا تہے زمانۂ موجودہ کے لغات اور نو تصنیف شدہ کتابون کو دیکہا تہا لہذا حضرت ممدوح سے ایسی غلطی ہوی چنانچہ فرہنگ انجمن آرای ناصری مین میرزا ہدایت مرحوم جو بانی [illegible] کے الفاظ ہے لکہتے ہین کہ کاغذین جامہ کنایہ از عجز و بیچارگی و تظلم است چنانچہ خواجہ حافظ گفتہ ہے کاغذین جامہ بخونابہ بشویم کہ فلک رہنمائیم [illegible] علم داد نگردید وہ رسیم بودہ است کہ در ولایت در زمان تظلم جامۂ کاغذین مےپوشیدہ اند و نوق صراحت مین بعض جگہ نہ الفاظ کے معنے ہین اور نہ اشعار کے معنے ہین بلکہ لفظون کے نیچے کچہہ ہندسے لکہے ہوے ہین جو صرف و در و دراز کے اشارات ہین جنکو ہر ایک شخص و معمولی لیاقت کا آدمی ہرگز نہین سمجہہ سکتا مگر مین نے اُن اشعار کو اسیطرح معہ حل لغت کے ساتہہ شرح مین مندرج کردیا تہا۔ اُسکی وجہ یہہ تہی کہ اُس وقت تک کوئی شرح دیوان غالب کی شایع نہین ہوی تہی اور عام طور پر بلا تخصیص

غالب کا کلام ادق مانا جاتا تھا لہذا مین نے یہہ سمجھا کہ ان اشارون اور ہندسون سے بھی کچھہ نہ کچھہ کام نکل آئیگا - کچھہ نہونے سے تو ان اشارون کا ہونا بہتر ہے کیونکہ غور کرنے سے کچھہ نہ کچھہ معنے نکل آئینگے - اسی لحاظ سے مین نے ایک لفظ کے معنے مل گئے تو اُن کو بھی درج کر دیا - میری غرض یہہ تھی کہ شرح کا سرمایہ فراہم ہوتا جائے اور جہان تک ہو سکے دقت اور اشکال کم ہوتا جائے نہ یہہ کہ مین اُسکو کامل شرح سمجھتا تھا - کبھی مین اوسکو کامل و مکمل شرح نہین سمجھتا تھا لہذا میری سعی مشکور ہونی چاہیئے نہ مورد اعتراض

مرزا غالب دہلوی کے کلام کی دقت کو کون نہین جانتا اور اون کے اشعار کے مشکل و دقیق ہونے کو کون نہین مانتا - اسی دقت اور اشکال کی وجہ سے بعض شعرا اُن کے اشعار کو مہمل کہتے ہین اور یہہ قطعہ تو مشہور ہے **قطعہ**

اگر اپنا کہا تم آپ ہی سمجھے تو کیا سمجھے ۔۔۔ مزا کہنے کا جب ہی اک کہے اور دوسرا سمجھے
کلام میر سمجھے اور زبان میرزا سمجھے ۔۔۔ مگر انکا کہا یہہ آپ سمجھین یا خدا سمجھے

خود مرزا نے اسکا جواب یون دیا ہے ع نہ ستایش کی تمنا نہ صلہ کی پروا + نہ سہی گر مرے اشعار مین معنی نہ سہی + اسمین کوئی شک نہین کہ مرزا صاحب بڑے نازک خیال اور دقت پسند تھے + اُن کے کلام مین جو نزاکت اور دقت ہے وہ فی الحقیقت خاقانی اور ظہوری اور بیدل اور جلال اسیر کی دقت کلامی سے کچھہ کم نہین ہے - ظاہر ہے کہ ایسا کلام عام فہم ہو نہین سکتا - ایسے کلام کے لئے شرحون کی اور شارحون کی ضرورت ہے اگرچہ خاقانی اور ظہوری اور بیدل اور ناصر علی کے اشعار کی شرحین موجود ہین

مگر مرزا کے کلام کی شرح جیسا اب تیار ہو رہی ہین فی الحقیقت خیالبندونکا کلام شرح کا محتاج ہے برخلاف سلاست پسندون کے کہ انکا کلام عام فہم اور خاص پسند ہوتا ہے خیال بند شعرا کو یہہ بات کہان نصیب ہے مرزا کے بعض اشعار جو وثوق صراحت مین مندرج نہین ہین اور درحقیقت وہ اشعار شرح طلب ہین اور کسی نے آج تک اون کی شرح چنانکہ باید وشاید نہین لکھی ہے یا تازہ مضمون میرے ذہن مین آگئے ہین تو مین نے ویسے اشعار کی شرح بہی لکہکر اس ضمیمہ کے اندر داخل کی ہے - بہرحال اس ضمیمہ کے اندر مین نے سیکڑون عمدہ اور مفید اور دلکش مطالب مندرج کئے ہین اور ضمیمہ کیا ہے بلحاظ مضامین کی کثرت اور کتاب کی ضخامت کے اصل شرح سے بہت بڑہکر ہے -

جب اس رسالہ کی قدر ہو گی اور یہہ رسالہ پبلک مین منظور نظر اور مقبول قلوب ہوگا خصوصاً سرتاج ارباب علوم سرحلقۂ اصحاب فہوم ادیب الادبا استاذ الفضلا شہنشاہ فضل وکمال - سرور و سردار علماے ماضی و حال - مربی علم و ہنر قدردان کمال - رشک فلاطون - غیرت افزاے ارسطاطالیس - عالیجناب فیضماب آنریبل مولوی سید حسین صاحب بلگرامی - بی - اے - المخاطب بہ نواب مومن جنگ عماد الدولہ عماد الملک بہادر پرائیوٹ سکرٹری علیحضرت قدر قدرت بندگانعالی متعالی مدظلہ العالی و ناظم تعلیمات حیدرآباد دکن دامت اقبالہم [illegible] اقدس و اشرف سے مشرف و ممتاز فرمائینگے اور پسند کرینگے تو یہہ خاکسار اس شرح کے دوسرے حصون کو شایع کریگا

جو فی الحقیقت قابل قدر اور لایق دید ہون گے اور اسمین کوئی شک نہین کہ میرزا کے دیوان مین بہت سی باتین شرح طلب اور نازک مطالب فی الحال موجود ہین جو حل نہین ہوے اگرچہ اُن کے اشعار کی بعض شرحین لکھی گئی ہین مگر تاہم بہت سے پاکیزہ مطالب اُن شرحون مین نہین لکھے گئے اور وثوق صراحت اس شعر کے موافق ہے ؎ دران نامہ کان گوہر سفتہ راند ✲ بسے گفتنی ہا ناگفتہ ماند ✲ وثوق صراحت مین بعض جگہ نہ الفاظ کے معنے ہین اور نہ اشعار کے معنے ہین - صرف کچھ دروداز کے اشارات لکھے ہوے ہین جنکو حضرت مصنف مرحوم صراحت کے ساتھہ لکھنے والے تھے مگر اجل نے صاحب موصوف کو اسقدر فرصت ندی ؎ تیری فرصت کے مقابل اے عمر ✲ برق کو پابہ حنا باندھتے ہین - الحمد للہ تعالی کہ مین نے شرح غیر مکمل کو مکمل کردیا ✲ چونکہ حال ہی مین مرزا کے اشعار کی بعض شرحین شائع ہو گئی ہین لہذا میرا اسقدر نقصان ہوا کہ بعض مضامین متواردہ و مطالب متحدہ کو اپنی شرح مین سے نکال دینا پڑا تاکہ تہمت سرقہ سے محفوظ رہون - اس نقصان پر مجھے البتہ افسوس ہوا اس شرح مین مین نے بعض ابتدائی باتین بھی درج کردی ہین - اُن سے میری یہ غرض تھی کہ اطفال مکتب بھی مستفید ہون نہ یہہ کہ اپنی شرح کو طول دیکر دوسرون کی شرح پر فوقیت جتاؤن اور نہ یہ کہ ضخامت بڑھا کر الفربہ خواہ مخواہ مرد آدمی کا آلہ صداقت بناؤن - مین نے اس شرح مین کہین کہین مرزا کے بعض اشعار پر کچھہ اعتراضات سے لکھے ہین اُن سے میری غرض نفسانیت اور تعصب یا مرزا کو بدنام و رسوا کرنا نہین ہے بلکہ حقیقت حال کا اظہار منظور تھا اور نہ اس سے

مرزا کی شان گھٹ سکتی ہے کیونکہ جو لوگ مشہور ہو گئے اُن کی شہرت کو کون روک سکتا ہے معہذا کوئی فرد بشر باستثنا انبیا اور رسولون کے غلطی اور سہو اور نسیان سے خالی نہین ہے الانسان مرکب مع الخطاء والنسیان مشہور ہے - لہذا حضرات ناظرین سے یہہ امید کیجاتی ہے کہ اس ہیچمدان کی تحریر بنظر غور دیکھکر شیوۂ عدل و انصاف اختیار کرینگے نہ طریقہ جنگ و جدال

جب وثوق صراحت چھپکر شایع ہوئی تو بعض صاحبون نے مجھہ سے یہہ پوچھا کہ مولوی صاحب اردو زبان مین شعر کہتے تھے یا نہین ؟ اگرچہ حضرت قبلہ گاہی مولانا و آلہ مرحوم و مغفور کا فن اور پیشہ فارسی اور فارسی کی شعر و شاعری تہا مگر چونکہ کبھی کبھی اردو زبان مین شعر کہا کرتے تھے لہذا مین نے کہا کہ ہان - چنانچہ صاحب موصوف کے دو تین اردو اشعار جو اسوقت مجھے یاد ہین یہان لکھتا ہون تاکہ یادگار رہین وہ اشعار یہہ ہین

کیا مقابل ہو تری آنکھون سے وہ | چشم ہے نرگس کو بینائی نہین
ہین ترے حیرت زدے جون آئنہ | لاکھہ دیکھین پر تماشائی نہین

ولہ

دل تنگ ہے تنگی بیابان سی کہان جائے | دامن جسے سمجھا تھا گریبان نظر آیا

اس زمین مین یعنے گریبان نظر آیا - بیابان نظر آیا اور طوفان نظر آیا مین صاحب موصوف کے اور اشعار بہی ہین مگر مجھے اسوقت یاد نہین آتے -

اس دیباچہ کے آخر مین اتنی بات کا ذکر کرنا نہایت ضرور ہے کہ جو دقتین بیدل اور ناصر علی اور ظہوری اور شوکت اور مرزا جلال اسیر کے خیالبندانہ

کلام مین موجود ہین ویسی مشکلین مرزا غالب دہلوی کے تمام دیوان اردو مین جو
فی الحال مطبوع اور موجود ہے پائی نہین جاتی ہین مگر پہر بہی اسمین بعض
اشعار اس قسم کے ہین جو سر درگم ہین - اور کچہہ پتہ نہین چلتا کہ مصنف کا اُن سے
کیا مقصود ہے - اور مین نے اُن اشعار کی نسبت جو کچہہ لکہنا تہا لکہدیا ہے
شرح کے ملاحظہ سے معلوم ہو گا - فقط

الراقم خاکسار

محمد عبد الواجد عفی عنہ واحد

تمام شد دیباچہ

قصیدہ بزبان فارسی طبعزاد مصنف این شرح در مدح اعلیحضرت
قوی شوکت قدر قدرت فریدون فر سکندر در دارا دربان
قیصر نشان رستم دوران افلاطون زمان حضور پرنور سپہ سالار
مظفر الممالک فتح جنگ ہز ہائینس نواب میر محبوب علیخان بہادر

نظام الملک آصفجاه آصف سلطان دکن خلد الله ملکه و دولته

ای دلبر یگانه و ای شوخ جانستان
ای طالب بهانه و ای یار رازدان

حسنت که دل ربود بیکدم جهان جهان
گویی که بود بر سر من برق بی امان

کردی تو یک نگاه و دلم ریز ریز شد
تیر تو راست بیک قضا بود بی گمان

بوده قوی دلم چو هژبران جنگجوی
لیکن شده رنجور ز تب بی طاقت و توان

آن دل که بود جنبش او حسب عقل و نقل
دیوانه وش فتاد بدنبال تو دوان

اکنون بکوه و دشت و بیابان سفر کند
آن دل که بود مسکن او باغ و بوستان

جا داشت دل براحت و عشرت بسینه ام
آواره اش تو کرده از خانه و مکان

آرام داشت در بر من چون دل خوشت
در دست اضطراب تو اش داده عنان

از درد دوری تو شده پیر سالخورد
هر چند بوده است دل بنده نوجوان

بوده است بیخبر ز غم و غصه پیش ازین
اکنون برفت تا به ثریا ز دل فغان

زین جمله جورهای و جفاها که کرده
دانم هلاک بود سر تو نه امتحان

تدبیر کار رفت ز دستم بدان روش
گویی بلای صعب بدل ریخت آسمان

در عشق خویش حال دلم کرده تباه
کردی نه هیچ خوف ز عدل شهنشهان

آن شاه نامدار که مشهور گیتی است — مصرع طرحی ست
والا تبار فیض رسان حاتم زمان

فرخنده چهره و نیک نهاد و هنرشناس
عالی خیال و تازه کلام و نکو بیان

هیجا نورد و عدل شعار و ستوده کار
خورشید دستگاه و سخن فهم و تر زبان

جان حکومت و دل عقل و امان ملک
ایوان عدل و راحت خلق و کشه جهان

گاه نبرد جلوه ده تخت کامیاب ‏ ‏ وقت نشاط غیرت جمشید کامران

آوازهٔ شجاعت او شد چنان بلند ‏ ‏ دشمن فرار میکند از خوف چون زنان

از تیغ خونچکان وی و از سنان او ‏ ‏ هم سینه هم گلوی عدو میخورد زبان

تاثیر عدل اوست که در گلشن دکن ‏ ‏ شهباز و کبک راست بیک شاخ آشیان

اهل دکن بدور عدالت شعار او ‏ ‏ ای دل جدا شوند چگونه ز خان و مان

امن از برای اهل دکن عام گشته است ‏ ‏ تخصیص نیست تا همه باشند در امان

تهذیب در زمانهٔ او در ترقی است ‏ ‏ دوران او ز دولت جمشید بانشان

از کثرت مدارس و از شوکت علوم ‏ ‏ یونان نظیر گشته دکن در همه جهان

صنایع و تجارت و کسب و فنون خوب ‏ ‏ آمد ز چار سو بدیارش جهان جهان

در کشورش تجارت هر شهر و هر دیار ‏ ‏ دارد ترقی ز فیض صنعت و کان

در عهد شان انتظام صفائی چنان بود ‏ ‏ یک قطره آب چرک نریزد ز ناودان

نظم و نسق چنان بدکن گشته آشکار ‏ ‏ گوئی نمانده است ضرورت بپاسبان

حفظ رعیتش کند این شاه کامگار ‏ ‏ زانسان که حفظ گله همی میکند شبان

شاهی بسان حضرت آصف ندیده اند ‏ ‏ سنجیده و حلیم و جوان بخت و کاردان

در دور او بملک دکن جمع گشته اند ‏ ‏ ارباب علم و فضل و گرامی سخنوران

زان جمله طوطی است و گرامی و هم امیر ‏ ‏ هم عاشق است و ترقی و هم زاغ خوش بیان

بحر سخن ز درّ معانیست موجزن ‏ ‏ تا ابر کلک شاه دکن شد گهرفشان

ملک دکن ز کوشش او رنگ نو گرفت ‏ ‏ آری ازین یقین بود آرایش مکان

ای مدعی که دعوی باطل همی کنی ‏ ‏ کین انتظام شاه چنین است و آن چنان

بکشای چشم را و نظر کن که هر طرف — فیض عمیم شاه روان است چشمه سان
یابد وجود از پی درگاه شاه ما — بود در سمن عقیق بمعدن گهر کان
دُر در عدن نسیم بگلشن روان بتن — بود در چمن شراب بدن گل بناردان
این آب گشته آن شده خون از برای چه — نبود ز جود شاه چو شرمنده بحر و کان
روز ازل بحکم قضا و قدر بود — خوش قدر بندگان هوا خواه شه گران
گشته دکن خلاص ز تدبیر او بلے — ملک است همچو کشتی و تدبیر بادبان
هر کس بسر برد بزمانش با من و عیش — بالجمله شد دکن ز وجودش یکی جنان
واجد چو مدح شاه نوشته نمی شود — باری برآر دست و دعا را کشا زبان
بر پنج بر اعظم و بر پنج بحر شور — یارب شواد حکم وی از فضل تو روان
این دولت این حکومت و این حسن انتظام — مستحکم از عنایت حق باد جاودان
هم از میامن کرمت رب جا نواز — افزون شواد قدر هوا خواه بندگان

در این چکامه هر چه نوشتم حقیقت است
اے شاعران نیک ندا نهید داستان

تمام شد قصیده

وثوق صراحت پر ریویوز

نوٹ ۔ اب مین چند ریویوز جو وثوق صراحت پر لکھے گئے ہین ذیل مین درج کرتا ہون اور اُن ریویوز کو درج کرنے سے پیشتر ایک تعزیت نامہ

جو عالیجناب ایچ۔ پی ہاڈسن صاحب بہادر سابق پرنسپال نظام کالج نے اس خاکسار کے نام حضرت والد مرحوم کے انتقال کے بعد ارسال فرمایا تھا بطور یادگار نقل کرتا ہون کیونکہ اس تعزیت نامہ سے حضرت والد مرحوم کی عظمت ظاہر ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ تصنیف کا اعتبار مصنف کے اعتبار سے پیدا ہوتا ہے۔ جو لوگ مصنف کے عتبا ئے سنے ناواقف ہوتے ہین وہ جو چاہتے ہین لکھہ جاتے ہین۔ اور مین اس تعزیت نامہ کو حضرت والد مرحوم کے کل تصنیفات کے لئے عمدہ رویو خیال کرتا ہون اور اسی لئے اُسکو رویوز مین درج کرتا ہون اور چونکہ رویوز میری درخواست پر لکھے گئے اور چھپ گئے لہذا ہر قسم کے رویوز خواہ اُنمین تعریف ہو یا مذمت ہو ہر صورت مین اُنکا یہان مندرج کرنا لازم ہے فقط

الراقم

واجد عفی عنہ

تعزیت نامہ منجانب افلاطون زمان ارسطوی دوران عالیجناب فیضمآب ایچ۔ پی ہاڈسن صاحب بہادر سابق صدر مدرس مدرستہ العالیہ سرکار عالی و پرنسپال نظام کالج و استاد اعلیحضرت

حضور پر نور سلطان دکن خلد اللہ ملکہ۔

The Nizam College

نظام کالج
حیدر آباد دکن Hyderabad Deccan

No. (۱۲۲) نمبر Dated ۲۸ جون ۱۸۹۲ء

To بخدمت مورخہ ۲۸۔جون ۱۸۹۲ء

جناب محمد عبد الواجد صاحب

نہایت افسوس ہے کہ مدرسہ عالیہ ایک مشہور عالم کو ہمیشہ کیلئے کہو بیٹہا۔ مولوی محمد عبد العلی صاحب والہ کے انتقال کا صدمہ جو شاعری اور ہمہ دانی مین مشہور آفاق اور امور تعلیم و تربیت مین کہنہ مشاق تہے مجھکو اُسیقدر ہے جتنا آپ لوگون کو ہوگا۔ مولوی صاحب مرحوم کی عمدہ رائین اور نیک خدمتین کبہی فراموش نہین ہوسکتین سچ تو یہ ہے کہ اُن کے جیسا شخص نہ ملنے سے اُن کی جگہ ہمیشہ کے لئے خالی ہے۔ خدا ان کو اپنے جوار رحمت مین جگہ بخشے۔ آپ کو لازم ہے کہ آیہ کریمہ انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب ۰ کو اپنی نصب العین رکہکے دوسرے متعلقین کی تسکین اور تشفی فرمائین فقط

H. H. Hodson

ہچ پی ہاڈسن

(نقل دستخط) پرنسپل

اخبار جریدۂ روزگار مدراس جلد (۲۷) شمارہ (۲۲)

مطبوعہ یکم جون سنہ ۱۹۰۱ع

ہندوستان بھر کی عام ملکی اور قومی اردو زبان جس نے آج کے دن قریب قریب ایک مکمل علمی اور شایستہ زبان کی حیثیت پیدا کرلی ہے اوسکا بیج بونے والا ولی اس خوش آیندہ سرزمین دکن کا بسنے والا تھا۔ جسمین رہنے اور بسنے کا ہمین بھی آج نہایت ہی بھاری فخر حاصل ہے۔ جسکا یہہ لگایا ہوا پودا اپنے اصلی باغ سے دور دہلی اور لکھنو جیسے مرکز تمدن شہرون کے زینت بخش چمنون مین پہولتا پہلتا رہا اور جنہین اس بات کا بہت ہی درست اور واقعی فخر رہا ہے کہ ہمارے ہی باکمال شعرا اور ادبا نے اس نازک پودے کو سرد مہر زمانہ کی سختیون سے مرجہانے جانے نہ دیا۔

غدر کی منحوس گہڑی جس نے دہلی جیسے مرکز تمدن شہر کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور اُسکا بن بنایا نقشہ بالکل ناپیدا بنادیا۔ خود اردو زبان کے حق مین کچھہ کم مصیبت پہونچانیوالی نہ تہی۔ اور بہت سے شکستہ دل درد مین ڈوبے ہوے یہی سمجہہ رہے تہے کہ ہندوستان کی قدیم مکمل زبانین جب دنیا سے رخصت ہو چکین تو پہر اس نئی نازک زبان کا کیا ٹہکانا ہے جسکی ابہی ابتدائی حالت ہی درست نہونے پائی تہی۔

مگر زمانہ جس نے ہر وقت بالکل حیرت مین محو بنا دینے والے مرقعے

پیش کرتے رہنا اپنا فرض منصبی قرار دے لیا ہے دفعتاً ایک نیا ورق الٹتا ہے۔ سرسید کی دلکش اور مؤثر آواز نے اردو زبان کے لئے ایک بالکل نیا راستہ کہول دیا جو اس سے پہلے بالکل بند تھا اور جسطرح سے سرسید کی تعلیمی کوششوں کے لئے دولت آصفیہ نے اپنی تائید سے روح پہونک دی اسیطرح اردو لٹریچر اور اردو شاعری کو سنبھالنے کے لئے زندہ دل دکنی اٹھہ کھڑے ہوئے جنہیں اردو کی پرداخت کا اصلی حق حاصل تہا۔ اور وہ دکن ہی کی سخن سنجی اور فیاضی ہے جس نے آج اردو کو نہ صرف دنیا سے نامراد رخصت ہونے سے بچا لیا بلکہ اُسکے ایک طویل مدت تک زندہ و برقرار رہنے کے سامان مہیا کر دئے۔

وہ دکن ہی ہے جس نے ہمارے اعلیحضرت حضور نظام خلد اللہ ملکہ کے عہد میمنت مہد مین اردو زبان کو سرکاری زبان قرار دینے سے ایک ایسا ہماری فخر اردو کے لئے پیدا کر دیا جس سے تمام ہندوستان خالی ہے۔ اردو لٹریچر اپنی اس جلد اور متحیر کرنیوالی ترقی کے لئے جسقدر دکن کے بار احسانات مین دبا ہوا ہے ہمین اپنی زبان سے اُسکے کہنے کی ضرورت نہین جب کہ اردو کا مشہور سے مشہور اعلی درجہ کا مصنف خوب سمجھتا ہے کہ حیدرآباد نے اُسکے ساتھہ کیسی ہمدردی کی ہے۔ اور کسطرح اسکے ساتھہ بے منت احسانات کئے اور کیونکر شوق کی باتون سے اُسکی کتابون کو لیا۔

وہ حیرت انگیز ترقی جو اعلیحضرت حضور نظام کی بدولت علم و تمدن کی

ہر ہر شاخ مین نظر آ رہی ہے اور جس سے خود زبان اردو محروم نہین کہی جا سکتی اور جسکے بارے مین بے تکلف یہہ دعوی کیا جا سکتا ہے کہ حیدرآباد اور اردو زبان شاید بہت ہی قریب عرصہ مین لازم و ملزوم سمجھے جائینگے اوسکی ایک معمولی نظیر یہہ کتاب **وثوق صراحت** ہے جو اسوقت بغرض ریویو ہمارے روبرو اور درپیش ہے۔

یہہ کتاب **مولوی عبدالعلی صاحب والہ** مرحوم ومغفور کی تصنیف ہے جسمین اُنہون نے **مرزا غالب** مرحوم کے اُن اشعار کی نسبت جو عام طور پر ایک عقدۂ ما لاینحل خیال کئے جاتے ہین ضروری چیدہ باتین درج کی ہین اور گویا ایک مختصر سی شرح کہی جا سکتی ہے۔

والہ مرحوم کے لایق فرزند مولوی **محمد عبدالواحد** صاحب نے اس کتاب کو اپنے قابل قدر باپ کی یادگار قایم رکہنے اور شاعری کا ذوق رکہنے والون کو ایک نیا تحفہ دینے کی غرض سے چہپوایا ہے۔ کتاب کی چہپائی نہایت عمدہ اور کاغذ چہار رکہا گیا ہے۔

غالب مرحوم کی شاعری کے متعلق جنکا نام ہندوستان کے ہر اردو خوان کو معلوم ہے۔ ہندوستان کے مشہور ادیب اور مصنف **مولانا حالی** نے **یادگار غالب** مین جس عالی خیالی کے ساتہہ بحث کی ہے اُسکی بعد اب پھر کچہہ لکہنا بے وقت کا راگ الاپنا ہے۔

باقی رہی **والہ** مرحوم کی شرح والہ مرحوم کی فارسی شاعری اور فن ادب کی تحقیق دکن بھر مین مسلّم مانی جاتی ہے۔ اُن کے فیض یافتہ

بکثرت ملین گے - یہہ یاد رکہنا چاہئے کہ یہہ کتاب یادگار غالب کے شایع ہو چکنے ایک مدت پیشتر چھپ کر شایع ہو چکی تھی - اور گو اسوقت متعدد لایق اشخاص ہے اسی مضمون پر کتابین لکہی ہین مگر اتفاقاً یہہ کہنے مین کوئی تامل نہین ہو سکتا کہ جسقدر ضروری اور اہم باتین لکہنی تہین وہ والد مرحوم لکہہ چکے - اور گو اپنے پیچہے آنیوالون کے لئے اُنہون نے بہت سے کام چہوڑ دئے ہین جیسا کہ تمام انسانی کامون کا عہدہ ہے مگر جس کام کو وہ خود کر گئے ہین بجائے خود بے نظیر کہا جا سکتا ہے - ہمین تمام اردو کا مذاق رکہنے والے اشخاص سے امید ہے کہ وہ اس کتاب مین بہت کچہہ لطف پائینگے - کتاب مولوی عبدالواجد صاحب مدرس سٹی ہائی اسکول بلدہ حیدرآباد سے مل سکتی ہے -

رسالہ معارف جلد نمبر (۴) نمبر (۸) واقع پانی پت مطبوعہ اگست سنہ ۱۹۰۱ع

مولوی محمد عبدالعلی خانصاحب والد مرحوم مدرس نظام کالج حیدرآباد دکن نے جو اس کالج مین بی اے کلاس کو اردو پڑہایا کرتے تہے وقتاً فوقتاً اردو دیوان غالب پر کچہہ مختصر نوٹ قلمبند کئے تہے - اُن نوٹون کو اُن کے فرزند ارجمند مولوی محمد عبدالواجد صاحب واجد مدرس فارسی سٹی ہائی اسکول حیدرآباد دکن نے ایک جگہ فراہم کرکے کتاب کی شکل مین مرتب کیا ہے اور حال ہی مین چہپوا کر شایع کیا ہے - اس کتاب کی ضخامت (۱۲) جزو کی ہے اور شارح مرحوم کے فرزند ارجمند مولوی

محمد عبدالواجد صاحب واجد سے (عا) قیمت پر ملسکتی ہے - کاش ان نوٹون کو موجودہ حالت مین نہ چھپوایا جاتا کیونکہ ہمارے نزدیک ایک طالب علم کو جو غالب کی نازک خیالیون سے واقف ہونا چاہتا ہے اُن کے مطالعے سے کوئی بصیرت حاصل نہین ہوتی - اگر ہر نوٹ کو پھیلا کر شرح کا حق ادا کیا جاتا تو یہہ شرح البتہ مفید ہو سکتی تھی - علاوہ اس کے طریقہ شرح اور طرز بیان مین بھی بے انتہا اصلاح کی ضرورت ہے - ہماری رائے مین یہہ شرح جسکو شرح کہنا کسی حالت مین زیب نہین دیتا اگر موجودہ صورت مین نہ چھپوائی جاتی تو بہتر تھا -

گلدستہ خدنگ نظر جلد (۵) نمبر (۴) واقع لکھنؤ مطبوعہ اپریل سنہ ۱۹۰۱ء

اس نام کی ایک شرح کلیات اردو میرزا غالب اکبرآبادی مرحوم حال ہی مین حیدرآباد دکن سے شائع ہوی ہے اور اُس پر ہماری رائے طلب کیگئی ہے ہم غالب کے دیوان کو حل طلب نہین بلکہ تبصرہ طلب خیال کرتے ہین اور تمنی ہین کہ ملک مین کوئی ایسا پیدا ہو جو غالب کے کلام کی نزاکتین اور اُس کے چلبلے نہ خیالات پر ایک مبسوط تبصرہ تیار کرے - لیکن جب تک یہہ نہین ہوتا اُس وقت تک ایسی شرحین بھی غنیمت ہین جو لفظی معنی سمجھا سکتی ہین اور غالب کے دقیق کلام کو عام فہم بنا سکتی ہین - خریداری کتاب کے لئے منشی عبدالواجد صاحب واجد مدرس اول سٹی ہائی اسکول حیدرآباد دکن سے خط و کتابت کرنا چاہیے -

گلدستۂ معیار جلد (۳) نمبر (۳) واقع لکھنؤ مطبوعہ اگسٹ سنہ ۱۹۰۱ع

۱۹۲ صفحون کی ایک ضخیم بالشان کتاب اسوقت ہمارے سامنے ہے لائق مصنف صاحب نے درحقیقت بڑی عرق ریزی اور جانفشانی سے اس اہم اور ضروری کام کو باحسن وجوہ انجام دیا۔ یہہ کام اہم تو اس وجہ سے تہا کہ فخر زمان حضرت غالب کے اردو دیوان کی تصریح کی گئی اور پھر نہایت ہی سہل الممتنع طور پر عام فہم زبان مین۔ اور ضروری یہہ کام اس وجہ سے تھا کہ اکثر ضرورت سے زیادہ محقق بیشتر شاعر حضرات اُس کلام با عنت نظام کو جہان کہین نہین سمجہہ مین آتا بے معنی فرمادیا کرتے ہین۔ لہذا اس رسالہ کے مصنف نے بہت ہی اچھی طرح نہ سمجہہ مین آنیکا فیصلہ کر دیا۔ گو اس سے قبل رسالہ پروانہ کے اڈیٹر جو اپنے آپ کو مجدد وقت لکہتے رہے ہین اس خدمت کو بجا لاچکے ہین لیکن میری نظر سے پروانہ کے کل مسلسل پرچے نہین گذرے اسوجہ سے اسکا فیصلہ مشکل ہے کہ اس معرکہ مین گوے سبقت کون لے گیا اور اس نیکنامی کا سہرا کس کے سر رہا۔ تاہم مجدد وقت صاحب کی خود پسندی کے دیکہتے اتنا پتا چلتا ہے کہ صاحب **وثوق صراحت** ہی قابل تحسین و آفرین ہین۔ آجکل ملک مین ترقی تعلیم کے دیکہتے ہمین امید ہوتی ہے کہ پبلک اس جواہر بے بہا کو بڑی قدر سے ہاتون ہاتہہ لے گی۔ کاغذ نہایت ہی عمدہ چہپائی بہت صاف قیمت کتاب کا حجم دیکہتے بہت کم صرف (عا) علاوہ محصول۔ حیدرآباد دکن

تمام شد ریویوز بر وثوق صراحت

آغاز قطعات تواریخ طبع وجدان تحقیق

تاریخ از کلام معجز نظام سرآمد تاریخ گویان زمن او ستاد مسلّم الثبوت این فن۔ رشک ظہوری۔ غیرتِ نظیری سخن فہم واقعی واقف اسرار جلی وخفی۔ عالم متبحّر۔ علوم وفنون شیرافگن ماہر تحقیق کامل۔ مدقق فاضل۔ امام فن تاریخ دانی۔ بلبل ہزار داستان بہارستان معانی۔ صاحب التحقیق۔ مالک التدقیق۔ صاحب خلاق حسن۔ خداوند سخن فیاض زمان یکتائے دوران۔ اعتضاد اخوان عالیجناب فضائل مآب فواضل انتساب مولانا مولوی محمد عبد الحی صاحب قبلہ المتخلص بہ وصف مددگار اول مہتمم بندوبست علاقہ نہر کالی

وتلمیذ خاص حضرت والد مرحوم و مغفور -

خدا را فراوان سپاس و ستایش
کہ دلخواہ شد مشتہر شرح واجد

معانی نغز و مضامین نادر
سراسر بود درج در شرح واجد

بشیرین بیانی مذاق خرد را
دہد ذوق تنگ شکر شرح واجد

بہ تفصیل باشد عدیلِ مطوّل
با جمال چون مختصر شرح واجد

شروح اندر اکثر بخوبی ولیکن
بود از ہمہ خوب بہتر شرح واجد

بعین ہنر بین چو کحل الجواہر
بچشم بدان نیشتر شرح واجد

اگر شعر نو طرز غالب بفہمی
نگہ کن تو اے دیدہ ور شرح واجد

چراغ مجالس سراج محافل
بود نزدِ صاحب نظر شرح واجد

نظیر خودش ہست خود او بخوبی
ندارد سہیم دگر شرح واجد

اگر حل معنی اشعار غالب
بتوضیح خواہی نگر شرح واجد

جمالِ رخ شعر غالب نمودہ
بمرآۃ خود جلوہ گر شرح واجد

پذیرندہ نقش شعر غالب
کہ دادش بہاے دگر شرح واجد

نہ بس تا بناے بتالیف آمد
برد آبروے گہر شرح واجد

بدام سطور است گیسوے خوبان
بود دلکش و دل شکر شرح واجد

سطور است یا سلک لولوی لالا
کشد خط بروے گہر شرح واجد

اگر فی المثل شعر باشد گلستان
ہمانا بود بار و بر شرح واجد

سراسر درست و سزاوار باشد
نویسند اگر زاب زر شرح واجد

خرد گفت باوصف تاریخ طبعش	دہد انشراح دگر شرح واجد ۱۳۱۹ ہجری

قطعۂ تاریخ از کلام معجز نظام پیشرو صاحبان سخن مقبول اساتذۂ این فن - لاریب یکتائے زمانہ - بے شبہ ماہر یگانہ صائب مقام - قدسی کلام - معجز نظام - صاحب دستگاہ عالی انواع نظم راوالی - بدر منیر اوج کمال - شاہد معنی را یوسف جمال - فردوسی نشان - جامی بیان - نیر اعظم آسمان تحقیق خلاصہ محققان صاحب تدقیق - فلک البروج کمال - آفتاب عروج لازوال - امام فن سخن شاعر مضمون آفرین حضرت ذی مکرمت مولانا مولوی محمد صدیق حسن صاحب جناب المتخلص بہ عاشق صدر مدرس فارسی مدرستہ العالیہ کلکتہ رعالی

و پروفیسر نظام کالج حیدر آباد دکن دام لطفہ

حضرت واجد ذہن رساش
بر سخن غالب بنوشت
مطلب مشکل زو شدہ حل
وہ چہ نگارے جلوہ فروز
ہر کہ بدیدش از رہ قدر
گفتہ خوبش عین صواب
وہ چہ مصفیٰ بین سطور
نور قلوب اہل صفا
رمز نگرفتش لایق وصف
شامل او تصریح تمام
مدخر التسہیل و متین
سال چو جستم گفت سروش

داد معانی خوب بداد
شرح گزین مقبول فواد
طالب معنی یافت مراد
چشم بدش یارب مرساد
بر سر و چشم خویش نہاد
لفظ درستش محض سداد
وہ چہ تجلی نقش مداد
کحل عیون اہل سواد
نکتۂ نغز فتش قابل صاد
حاصل او تفصیل زیاد
صنعتِ احسن و ایجاد
شرح مبین ہر عقدہ کشاد

۱۳۱۹

قطعۂ تاریخ از ظہوری ظہور و نظیری نظیر فصیح اللسان بلیغ البیان سر حلقۂ شعرای اردو پروانۂ شمع شبستان گفتگو صاحب الفضائل و المناقب جناب مولوی محمد کاظم حسن صاحب

کستوری المتخلص بہ شیفتہ ساکن حیدرآباد دکن

جب مشرح ہوا اردو دیوان
شرح یہ وآلہ و واجد نے لکھی
مخبر سال میں منقوطہ حروف

اور روشن ہوا نام غالب
جس سے ظاہر ہے مرام غالب
اب چھپی شرح کلام غالب

رباعی تاریخ از قلم مشکین رقم چراغ شبستان گرم بیانی
سراپا شعلہ طور سخندانی جناب ستودہ مناقب میر نوازش علیصاحب
المتخلص بہ لمعہ فرزند ارجمند جناب شعلہ صاحب مرحوم

ہے قابل شکر سعی واجد صاحب
ہاتف نے کہا ہے لمعہ سال تاریخ

کیا خوب لکھی ہے شرح بہر طالب
مطبوع ہے یہ حل کلام غالب

قطعہ تاریخ بصنعت توشیح از افکار گوہر بار بلبل خوش الحان
گلستان سخن واقف اسرار این فن شیفتہ شیوا بیانی
نغمہ سنج بہارستان سخندانی جناب مولوی سید محمد علیصاحب
نعمانی ملیح آبادی لکھنوی المتخلص بہ عرش دام لطفہ

نوشت شرح بدیوان اردوئی غالب | دلیل اہل سخن والۂ بلند افکار
خیال واجد خوش فکر چون رجوع نمود | شدہ ضمیمۂ تازہ بطرز نو تیار
ز عطر بیز سے افکار ہر دو اہل کمال | شمیم زلف سخن جان دمید در اشعار
نوشت عرش سرا و صنعت توشیح | حروف فرق مصاریع گیر بے تکرار

۱۳۱۹ھ

قطعۂ تاریخ از کوکب رخشندۂ اوج سخنوری کامیاب کامران میدان فصاحت گستری بلاغت نشان گوہر فشان شیرین بیان جناب والا مناقب آس صاحب شاہپوری صدر انجمن جلسۂ اتحاد و وائس پریسیڈنٹ آف محمڈن عثمانیہ کلب حیدرآباد دکن

آفرین بر حضرت واجد کہ ہست | چرخ شعر و شاعری را آفتاب
چون رقم فرمود این نایاب شرح | بر کلام غالب عالیجناب
گفت ہاتف سال طبعش اینچنین | روح افزا ہست شرح لاجواب

۱۳۱۹ھ

ولہ ایضاً

کرد تصنیف چو این شرح جناب واجد | بدل و جان ہمہ عالم شدہ آنرا طالب
خواستم از فلک پیر چو سال طبعش | ہاتفم گفت نگر شرح کلام غالب

۱۹۰۲ء

قطعۂ تاریخ از سخنور شیرین مقال شائق کمال مورخ بیمثال

نیک خصال ستودہ مناقب جناب میر یاور علی صاحب
اعظم تلمیذ حضرت داغ دہلوی ساکن حیدرآباد دکن

چنین شرح بنوشت واجد کنون
سن عیسوی گفت اعظم سروش

ز چشم عدو خون حسرت چکید
نگر شرح دیوان غالب پدید
۱۹۰۲ء

ولہ

لکھی شرح زیبا جو واجد نے اعظم
کہی میں نے تاریخ بے چشم بد اب

ہوا انکا احسان اہل نظر پر
چھپی آج وجدان تحقیق بہتر
۱۱ سہ

ایضاً

کم ہیں واجد کے سے یہاں عالم
مشفق من جناب واجد نے
سر اعظم سے میں نے سال کہا

ذی عنایت شفیق و نیک شیم
شرح چھپوالی جبکہ اسے اعظم
منزل اوج رشک باغ ارم
۱۹۰۲ء

ایضاً تاریخ در نثر

جامع الکمالات وجدان تحقیق
۱۳۱۹ ہجری

قطعۂ تاریخ از مورخ شیرین مقال جناب ستودہ مناقب

سید علی رضا صاحب سلمہ اللہ الواہب

لکھی واجد نے ایسی شرح نایاب
کہ جس سے مطلب مشکل عیان ہو
چلو دوڑو خریدو شائقو اب
چھپی ہے شرح زیبا تم کہان ہو
سراسیمہ سے ہاتف نے یا رب
کہی تاریخ مرغوب جہان ہو

قطعۂ تاریخ از مورخ شیرین گفتار ستودہ مناقب جناب سید یوسف علی صاحب سلمہ اللہ الواہب

شکر صد شکر چھپ گئی یہ شرح
جسکا دیکھا نہیں نظیر و مثال
جو مصنف ہین اسکے اے یوسف
ہے یہ استاد ہین وہ نیک خصال
کوئی پوچھے جو سال طبع کتاب
کہہ بلند اختری واجد سال

قطعۂ تاریخ از ہیچمدان خاکسار محمد عبد الواجد المتخلص بہ واجد مصنف وجدان تحقیق فرزند حضرت والد مرحوم و مغفور

دارم امید قدر ز نواب عماد ملک
زین شرح تازہ ام کہ بصد آب طبع شد
ہاتف سرود مصرع برجستہ اش چنین
شرح جدید و مفرط و نایاب طبع شد

ایضاً

شرح چنین نادر و پاکیزہ تر
گشت چو لے یار بصد آب طبع

گفت بن ہاتف غیبی سن شش
بشرح بشد دلکش ونایاب طبع
١٣١٩ھ

ایضاً

شرحِ تازہ حاملِ رمزِ جدید
کردہ ام تصنیف خوش مرغوب ہند
طالبِ معنیِ غالب بودہ اند
آرے این شرحی بود مطلوب ہند
سالِ طبعش خود بجو و آمد زِ غیب
شرح مضمون آفرین محبوب ہند
١٩٠٢ء

ایضاً

ہرکہ دید این حل واین شرح جدید
از کمالِ فرحی گل گل شگفت
ہاتفِ غیبی سنِ طبعش بمن
شرح مضمون آفرین مبسوط گفت
١٩٠٢ء

تمام شد تواریخ طبع کتاب

نوٹ - جن صاحبون نے میری شرح کی تاریخین کہی ہین مین انکا شکرگذار ہون اور چونکہ قدیم سے یہہ رسم چلی آتی ہے کہ کتابون کے آخر یا اول مین تاریخین اور تقریظین درج کی جاتی ہین - لہذا مین نے بھی یہہ تاریخین شکریہ کے ساتھہ یہان درج کی ہین خصوصاً عالیجناب مولوی عبدالحی صاحب وصف اور عالیجناب مولوی صدیق حسن صاحب عاشق کا مین نہایت شکرگذار ہون اور فی الحقیقت ان دونون معزز و محترم بزرگون کی تاریخین مجھہ خاکسار کے لئے سرمایۂ ناز و باعث افتخار ہین فقط

[illegible]

صحت نامۂ وثوق صراحت شرح دیوان اردو غالب دہلوی

نوٹ ۔ (=) یہہ علامت جو براکٹ مین لکھی ہے مساوات کی ہے ۔ انگریزی مین یہہ قاعدہ ہے کہ جس لفظ کے معنے بیان کرتے ہین اُس لفظ کے بعد یہہ علامت بنا دیتے ہین ۔ مساوات کی علامتین اور ڈیش اور اشعار کے تعدادی ہندسات وثوق صراحت مین مین نے لکھے ہین چونکہ مساوات کی علامت اردو کی شرح مین ایک تازہ ایجاد تہا لہذا کہین کہین مجہہ سے کچہہ سہو ہوگیا ہے لہذا مین نے نظر ثانی کرکے مع دیگر اغلاط کتابت یہہ صحت نامہ مرتب کیا ہے ۔ اور (–) یہہ علامت جو براکٹ مین لکھی ہے وصل کی ہے جسکو انگریزی مین ڈیش کہتے ہین فقط

واجد عفی عنہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵	۱	=	—	۹	۵	=	—
۵	۸	=	—	۹	۷	دیدۂ	دیدۂ بیخواب
۶	۱۱	=	—	۹	۷	=	—
۶	۱۷	=	—	۱۰	۸	=	—
۷	۱۱	=	—	۱۰	۹	=	—
۷	۱۵	=	—	۱۰	۱۰	=	—
۸	۹	کو	کہ	۱۰	۱۱	=	—

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۰	۱۵	=	-	۳۲	۱۳	=	-
۱۱	۱۵	=	-	۲۷	۳	سادہ دکی	سادہ دلی
۱۲	۸	=	-	۳۰	۱	اور	پچھلا اور
۱۲	۸	اشد	اشد من	۳۵	۱۳	دیکھکر	دیکھکر شاد ہے
۱۲	۱۰	=	-	۳۵	۱۳	ہمارے	ہماری
۱۲	۱۲	=	-	۳۶	۴	شمشا	شمشاد
۱۲	۱۵	=	-	۳۷	۲	سلک	سلگ
۱۲	۱۷	چار جو	چارہ جو	۳۷	۷	نرگس =	نرگس -
۱۳	۶	=	-	۳۸	۱۷	آہ	آ
۱۳	۱۰	=	-	۳۹	۱۶	خنجر =	خنجر -
۱۴	۱۱	ناموس ناموس	ناموس	۴۰	۴	رکہتا	رکتا
۱۷	۲	کا	کی	۴۰	۵	بےسبب =	بےسبب -
۱۸	۵	=	-	۴۰	۷	=	-
۱۸	۱۶	=	-	۴۱	۱	=	-
۱۹	۲	کے	کی	۴۱	۶	=	-
۱۹	۸	اپنی	میری	۴۱	۶	خر موسی صعق	و خر موسی صعقا
۲۰	۸	تڑپچھ	تڑپ	۴۱	۱۷	دبستان	دبستان پر
۲۱	۴	کا	کی	۴۲	۶	نمکدان =	نمکدان -

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۳	۳	کی کی	کی	۵۳	۴۰	=	—
۴۳	۱۴	=	—	۵۴	۹	تھا	تھی
۴۳	۱۴	کہ	تاکہ	۵۵	۱۵	=	—
۴۳	۱۶	اوسکی	اسکی	۵۵	۱۶	یک	اک
۴۴	۱۴	=	—	۵۶	۳	=	—
۴۵	۶	ہوجاتا	ہوجاتی	۵۷	۸	اپنی	میری
۴۵	۸	کیا جاے	کرنا جاے	۵۷	۱۴	کی	کو
۴۵	۱۷	کا	پھر	۵۸	۷	=	—
۴۶	۱۲	ہے	ہی	۵۸	۱۶	کی	کو
۴۷	۱۱	=	—	۶۰	۲	=	—
۴۹	۱۳	=	—	۶۲	۵	=	—
۵۰	۲	=	—	۶۲	۹	کر	کر
۵۰	۵	گذار	گداز	۶۲	۱۶	نوینسدہ	نویسندہ
۵۱	۲	پونچے	پھوپنچے	۶۲	۱۷	کی	کے
۵۱	۱۱	رخ نگار =	رخ نگار —	۶۳	۵	خوف =	خوف —
۵۲	۲	کرتی ہے	کرتا ہے	۶۳	۱۴	اث	اُن
۵۲	۷	بیم رقیب الخ =	بیم قیب الخ —	۶۴	۱	آئے	آسے
۵۳	۱	جملہ	جملے	۶۴	۱۰	حقیقت =	حقیقت —

صفحه	سطر	غلط	صحیح	صفحه	سطر	غلط	صحیح
۶۴	۱۰	عرب	عرف	۷۱	۱۵	ہم	ہم تو
۶۴	۱۴	=	-	۷۲	۷	استغفاری	استجباری
۶۴	۱۴	مشاہدہ	مشاہد	۷۴	۸	نہین =	نہین -
۶۵	۳	آئینہ	آئنہ	۷۵	۳	جسکا	جسکو
۶۷	۱	کہ ہے =	کہ ہے -	۷۵	۸	=	-
۶۷	۲	=	-	۷۵	۸	=	-
۶۷	۶	طاقت	وہ طاقت	۷۸	۱	تھی	تہی
۶۷	۱۴	=	-	۷۸	۲	تھی	تہی
۶۸	۲	الخ =	الخ -	۷۸	۴	سرسر	صرصر
۶۸	۱۰	جانتا ہے	جانتا ہے کہ	۷۸	۶	آئینہ	آئنہ
۶۹	۲	دی ہے	دیا ہے	۷۸	۷	پا =	پا -
۶۹	۱۱	ہی	ہے	۷۸	۱۵	=	-
۶۹	۱۵	پون	یون	۷۹	۹	اپنا	اپنی
۷۰	۱	اس کا	اس کی	۷۹	۱۱	اُس سے	اِس سے
۷۰	۴	=	-	۸۰	۱۱	قوت	فوت
۷۰	۱۴	=	-	۸۰	۱۲	نہ پہونچا	نہ پہونچے
۷۱	۶	یہان تک	یہان تک کہ	۸۰	۱۳	اگر	گر
۷۱	۱۰	=	-	۸۰	۱۴	=	-

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۸۱	۳	کو	کو کہ	۹۴	۱۶	آب	اب
۸۱	۳	ہاتون	ہاتھون	۹۵	۱۰	الخ =	الخ -
۸۱	۶	ہین =	ہین -	۹۶	۳	=	-
۸۱	۱۰	دہونڈسے	ڈھونڈھے	۹۶	۱۱	سمجھی مجال ہے	+
۸۲	۳	الخ =	الخ -	۹۷	۲	آئینہ	آئنہ
۸۳	۳	وہ	رہ	۹۷	۳	=	-
۸۴	۹	ہم	ہم سمجھتے نہین	۹۷	۱۱	=	-
۸۴	۱۳	الخ =	الخ -	۹۷	۱۷	مغتنم ہی =	مغتنم ہی -
۸۵	۱۰	=	-	۹۸	۳	نکھون	نکیون
۸۵	۱۲	=	-	۹۹	۱	عنقا ہی =	عنقا ہی -
۸۶	۱۲	سرگران -	سرگران =	۱۰۰	۱۲	=	-
۸۶	۱۶	=	-	۱۰۲	۵	الخ =	الخ -
۸۹	۱۱	=	-	۱۰۳	۷	نگہت	نکہت
۹۰	۳	الخ =	الخ =	۱۰۲	۸	=	-
۹۰	۵	سرنگون =	سرنگون -	۱۰۳	۱۰	الخ -	الخ -
۹۰	۱۱	نالہ	تو نالہ	۱۰۲	۱۷	در	دُر
۹۲	۱۱	سکتے	سکتی	۱۰۳	۸	خراب	گیتی خراب
۹۴	۱۲	=	-	۱۰۶	۱۴	داغ ساماں	داغ ساماں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۰۶	۱۶	گل ہا	گل	۱۲۹	۵	=	—
۱۰۶	۱۶	اُن کے	اُسکے	۱۲۹	۸	=	—
۱۰۹	۱	فراغتِ	فراغت	۱۳۰	۱۴	=	—
۱۰۹	۱۰	نقارہ	نظّارہ	۱۳۰	۱۷	=	—
۱۱۲	۱۳	=	—	۱۳۱	۶	=	—
۱۱۳	۴	آئے	آسے	۱۳۱	۱۰	الخ =	الخ —
۱۱۵	۱۱	=	—	۱۳۱	۱۳	=	—
۱۱۶	۱۴	بالغرض	بالفرض	۱۳۳	۹	بادہ پیمائی	بادپیمائی
۱۱۹	۲	میری	مری	۱۳۴	۳	مقام	درمقام
۱۱۹	۷	=	—	۱۳۴	۶	خزانہ	خزانے
۱۲۲	۵	=	—	۱۳۵	۳	میرا	میری
۱۲۴	۱۴	گلزار	بازار	۱۳۵	۱۶	جسکا	جسکو
۱۲۵	۷	=	—	۱۳۶	۳	رشتہ دوانی	ریشہ دوانی
۱۲۵	۱۳	=	—	۱۳۶	۷	کی اندازی	کے اندازے
۱۲۶	۱۵	=	—	۱۳۷	۵	=	—
۱۲۷	۱۲	الخ =	الخ —	۱۳۷	۸	کے	کی
۱۲۸	۲	=	—	۱۳۷	۱۴	شوق	شوخ
۱۲۸	۱۴	میری	میرے	۱۳۸	۳	کا	کی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۳۹	۱	ہنگام آرا	ہنگامہ آرا	۱۵۷	۱	سے ہے	ہی
۱۴۱	۱	چوڑ	چھوڑ	۱۵۷	۱۰	=	—
۱۴۱	۴	آئینہ	آئنہ	۱۵۷	۱۰	=	—
۱۴۱	۶	دیدۂ حیران =	دیدہ حیران —	۱۵۷	۱۳	=	—
۱۴۳	۱۱	ساغر کا	ساغر کی	۱۵۷	۱۵	=	—
۱۴۴	۱۳	الخ =	الخ —	۱۵۷	۱۵	=	—
۱۴۴	۱۴	قدم	قدوم	۱۵۸	۹	ہجرانکی	ہجران کی
۱۴۵	۴	کا	کی	۱۶۰	۱	میکشتی	میکشی
۱۴۶	۱	نفط	نقط	۱۶۰	۱	تھی	تھے
۱۴۷	۳	نگاہ الخ	نگہ الخ	۱۶۰	۹	الخ =	الخ —
۱۴۷	۴	بڑہی	بڑھی	۱۶۰	۱۵	خفای	قفای
۱۴۷	۸	پردا	پروا	۱۶۲	۱۲	=	—
۱۴۹	۱۳	کس سنے	کس سنے کہ	۱۶۲	۱۷	یعنے عاشق	یعنے عاشق کے تخت جگر
۱۵۰	۸	پرستش	پرسش	۱۶۴	۱۵	=	—
۱۵۲	۱۷	=	—	۱۶۷	۱۰	بجکے	بجھ کے
۱۵۳	۱۰	=	—	۱۶۷	۱۰	گونجکے	گونج کے
۱۵۵	۱	نامیدی	ناامیدی	۱۶۹	۳	کرگئی	گر گئی
۱۵۵	۱۴	آئینہ	آئنہ	۱۷۰	۱۳	نشکا	نشکار

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۷۰	۱۵	=	—	۱۷۵	۳	گڑوادین	گڑوادیا
۱۷۱	۹	آئینہ	آئنہ	۱۷۵	۱۱	دردخوازی	دردخواری
۱۷۲	۸	اسکا	اسکو	۱۸۲	۵	=	—
۱۷۴	۱۵	پوچھنے تھے	پوچھتے تھے	۱۸۲	۶	طلاق	طاق

تمام شد صحت نامہ مرتبۂ خاکسار محمد عبد الواجد عفی عنہ واجد

نوٹ معارف کے ریمارک پر یہہ صحت نامہ نہایت احتیاط کے ساتھہ تیار کیا گیا ہے - امید ہے کہ شائقانِ کلام غالب اس کے مطابق تصحیح کرین گے - الحمد للہ اب کوئی غلطی باقی نہ رہی فقط واجد عفی عنہ

۵ مئی سنہ ۱۹۰۲ عیسوی

ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

حصہ اول | باب الالف

ضمیمہ

وثوق صراحت

موسوم بہ

وجدان تحقیق

اس ضمیمہ کو

خاکسار محمد عبد الواجد واجد تخلص عفی عنہ فرزند عالیجناب مولانا مولوی شیخ محمد عبد العلی
والہ مرحوم مغفور و مدرس گورنمنٹ سٹی ہائی اسکول حیدرآباد دکن نے تصنیف کیا

بنام گوہر نظام حیدر دکن کے
مطبع کرامت فخریہ واقع آباد دکن میں طبع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نقش فریادی ہے کسکی شوخی تحریر کا ‌ ‌ کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا

چونکہ تصویر اکثر کاغذ پر ہوتی ہے لہذا تصویر کو کاغذی پیرہن یعنے پوشاک کاغذی دارندہ قرار دیا ہے ۔ اس شعر کے اتنے معنے ہو سکتے ہین کہ تصویر زبان حال سے تظلم و فریاد کرتی ہے مگر ان معنون مین کوئی لطف اور نزاکت نہین کیونکہ اس سے حاصل کچھہ نہین اور تاویل و تعبیر مین بہت کچھہ گنجایش ہے چنانچہ بعض لوگ اس شعر کو تصوف مین لئے جاتے ہین اور صوفیانہ معنے بیان کرتے ہین مگر خود ان کو یقین نہین کہ مقصود قائل یہی ہو ۔ اور یہہ بھی ممکن ہے کہ مرزا نے مولانا ے روم رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر سے

بشنو از نے چون حکایت میکند ٭ وز جدائی ہا شکایت میکند

یہہ مضمون اخذ کیا ہو یعنے نے کی جگہ نقش اور شکایت کی جگہ فریاد اختیار کیا ہو اور اسی لحاظ سے اسکو دیوان کا مطلع قرار دیا ہو مگر یہہ مضمون اس مطلع سے

صراحت اور وضاحت کے ساتھہ ظاہر نہین ہوتا - مولانا کے شعر مین جدائی کا
لفظ ایسا ہے کہ جس سے شعر کے معنے بآسانی معلوم ہوتے ہین معہذا وہ
مثنوی ہے اور علم تصوف کے متعلق ہے - مولانا ے ممدوح نے مضمون
کو سلسلہ وار تفصیل کے ساتھہ بیان فرمایا ہے - اس مطلع مین وہ بات کہان
غزل کے شعر مین اسقدر تعقید معنوی معیوب ہے گویا معنی کا خون کرنا ہے کسکی
شوخی تحریر اور ہر پیکر تصویر یہہ ایسے الفاظ ہین جو شعر کو مورد طعن بنا رہے ہین -
کیا خداے پاک کو کوئی عاقل شوخی لیئے جسارت کے ساتھہ منسوب کرسکتا ہے
اسکا جواب یہی ہے کہ ہرگز نہین شعراے فصاحت شعار کا یہی دستور رہا ہے
کہ تعقیدات معنوی سے اجتناب و احتراز کرتے رہے تا کہ کلام مہمل اور بے معنی
نہو جاے - پیرہن کاغذی = فارسی والون کی اصطلاح ہے - اسکے
معنے وثوق صراحت مین دیکھیے - نقش = صورت و نگار و تصویر -
نقوش اسکی جمع ہے اس شعر مین نقش بمعنی تصویر آیا ہے - فریادی =
فریاد کنندہ - فریاد کرنے والا - مگر اردو کے قاعدہ سے تصویر چونکہ مونث
ہے لہذا یہان فریاد کرنے والی کہنا چاہیئے یعنے تصویر کسکی شوخی تحریر کی فریاد
کرنے والی ہے - فریادی مین جو یاے تحتانی آخر مین ہے اوسکو
یاے فاعلی کہتے ہین کیونکہ اس یا کے معنے اسم فاعل کے ہوتے ہین -
کاغذی = منسوب بہ کاغذ - کاغذی کی یا - یاے نسبتی ہے - پیرہن =
اس لفظ مین باے فارسی کو کسرہ ہے پیرہن - یعنے پوشاک و لباس -
پیرایان و پیراہن و پیرہند اس لفظ کے مترادفات ہین - پیرہن اصل مین کرتہ کو

کہتے ہین مولانائے روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین ؎ حالیا دل را نسیم تربافتہ است
بوے پیراہن یوسف علیہ السلام یافتہ است ÷ اور سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین
؎ زمصرش بوے پیراہن شنیدی ÷ چرا در چاہ کنعانش ندیدی ÷
پیرہن سیمابی و پیرہن آبی - اسکے دوسرے مرکبات ہین - پیکر =
بروزن قیصر کالبد اور جثہ اور صورت اور تن کو کہتے ہین - یہان عضو
اور جثہ کے معنے ہین اور پیکر بمعنی بت بھی آیا ہے، لہذا بت خانہ کو پیکرستان
بھی کہتے ہین مگر اس شعر مین یہہ معنے مقصود نہین ہین - شوخی بواو مجہول
طراری و بیباکی اور اس لفظ کا اطلاق اشیاے ذات الحرکت مین ہوتا ہے
محقق کامل ادیب فاضل میرزا ہدایت مرحوم امیر الشعراے پاے تخت ایران نے
فرہنگ انجمن آراے ناصری مین اس لفظ کی تحقیق کے متعلق لکہا ہے کہ درمیان
عوام شوخی کردن بمعنی ظرافت کردن معروف شدہ و لطیفہ گفتن بمعنی بد و کنایہ گفتن
وہر دو بخلاف است و شعرا شوخ را بمعنی معشوق خوش خلق شہرت دادہ اند و غلط
بسے مشہور شدہ شیخ سعدی رح بمعنی اصل ملاحظہ کردہ و گفتہ ؎ شوخی مکن
ایدوست کہ صاحب نظرانند ÷ بیگانہ و خویش از پس و پیشت نگرانند ÷ شوخ چشم
و شوخ دیدہ معشوق بے حیا و طرار - شیخ سعدی رح گفتہ ؎ پسرے شوخ چشم
وکشتی گیر ÷ شوخ چشمی کہ بگسلد زنجیر ÷ انتہی حاصل یہہ کہ لفظ شوخ بمعنی طرار و
بیباک و دلیر آیا ہے اور یہہ لفظ معشوقون کی صفت مین ہی مستعمل ہوتا ہے
اور اسکے معنے ظریف الطبع اور معشوق خوش خلق کے غلط ہین - اس کے مرکبات
شوخ چشم - اور شوخ دیدہ - اور شوخ رو - اور شوخ زبان - اور شوخ طبع - اور

اور شوخ طبیعت اور شوخ تراز و صحیح اور مستعمل اور مشہور ہین - چونکہ روزمرہ اور بول چال مین اہل لسان واو معروف و مجہول مین کچہہ فرق نہین کرتے لہذا شوخ کو واو معروف کے ساتہہ ہی بولتے ہین اگرچہ وہ اصل مین بواو مجہول ہے - ہندوستان مین شوخی بمعنی خوبی بہی مشہور ہے چنانچہ شیخ ناصر علی سرہندی کہتے ہین ؎ باین شوخی غزل گفتن علی از کس نمی آید * بایران میفرستم تا کہ میگوید جوابش را * چنانچہ تذکرہ گلزار اعظم مین شیخ ناصر علی کے اس شعر کے تحت مین شوخی کے معنے خوبی لکھے ہین مگر اہل لغت نے اس معنی کو نہین لکھا ہے - غالباً یہہ مجازی معنے ہونگے - مرزا غالب مرحوم کے اس مطلع مین ہر اور پیکر کے الفاظ زائد اور حشو قبیح ہین کیونکہ صرف اسقدر کہدینا کہ تصویر کا پیرہن کاغذی ہے ادائی مطلب و اظہار مضمون کے لئے کافی و مکتفی ہے مگر یہہ بہی اشتباہ ہوسکتا ہے کہ یہہ الفاظ تاکید کی غرض سے لائے ہین کاغذین جامہ بمعنی کاغذی پیرہن فارسی مین آیا ہے -

کاوکاو سخت جانی ہائے تنہائی نہ پوچہہ	صبح کرنا شام کا لانا ہے جوئے شیر کا

یعنے مین شب فراق مین صبح ہونے سے پیشتر مرجاؤنگا - کاوکاو - حاصل بالمصدر ہے کاویدن کا - کاویدن کے معنے ہین کہودنا - کاوکاو یعنے تفحص و تجسس اور تراشنا اور زمین کہودنا - اصل مین خزانون اور دفینون کی تلاش کو کاوکاو کہتے ہین مگر یہہ لفظ استعمال کے لحاظ سے لفظ عام نہین ہے بلکہ خاص موقع پر بولا جاتا ہے یعنے ناخن سے داغ

یا زخم کے کہودنے اور کریدنے کو کاوکاو کہتے ہین - کاو تنہا امر کا صیغہ ہے کاویدن سے - اوسکی تکرار سے یعنے کاوکاو کہنے سے حاصل مصدر بنایا گیا ہے اور کاوش اسکا مترادف لفظ ہے جو کاوِیدن کا حاصل مصدر ہے - مین نے بعض صاحبون کی زبان سے سنا ہے کہ لفظ کاوکاو پر اعتراض کرتے تہے اور کہتے تہے کہ یہہ لفظ غیر فصیح ہے اور غزل مین لانے کے قابل نہین ہے مگر خاکسار یہہ کہتا ہے کہ اس لفظ کی صحت اور فصاحت مین کوئی شک نہین ہے چنانچہ عرفی شیرازی رح فرماتے ہین ؎ بے گریہ دوستدار تو آرام گیر نیست یا کاوکاوِ دیدہ و دل یا گریستن ٭ اور میرزا صائب رح فرماتے ہین ؎ از کاوکاوِ آن مژہ ام بے خبر ہنوز ٭ نگرفتہ خون من بزبان نیشتر ہنوز ٭

سخت جان = وہ جاندار ہے جسکی جان اسکے بدن اور قالب سے دیر اور مشکل کے ساتہہ نکلے - آسانی سے اسکی جان اسکے جسم سے جدا نہو یہہ اسم صفت ہے از قبیلِ نیک سیرت و جوان بخت و دراز قامت وغیرہ یعنے ایک اسم صفت اور دوسرے اسم غیر صفت سے مرکب ہے - سخت جانی = اسکا اسم ذات ہے بمعنی مصدر یعنی سخت جان ہونا سخت جانی مین جو یا آیا ہے وہ یای مصدری ہے کیونکہ اس یا کے معنے مصدر کے ہوتے ہین - جب اسم صفت کو اسم ذات بنایا چاہتے ہین تو اسم صفت کے آخر مین یاے مصدری لگا دیتے ہین - جیسے نیکی و بدی یعنے نیک ہونا اور بد ہونا اس شعر کے مصرع اول مین پوچہہ کی جگہہ پرسش کہہ دیا جائے تو سالم مصرع فارسی ہو جاتا ہے مصرع کاوکاوِ سخت جانی ہاے تنہائی مپرس ٭

سینۂ شمشیر سے باہر ہے دم شمشیر کا	جذبۂ بے اختیارِ شوق دیکھا چاہئے

سینۂ شمشیر = یعنے صدرِ شمشیر شمشیر کی دھار ۔ سینۂ شمشیر فارسی کے اہل لسان کی اصطلاح نہیں ہے یہہ ترکیب مرزا صاحب کے اختراعات مین سے ہے اہل لسان دم شمشیر اور دم تیغ اور دم خنجر اور لب تیغ اور دہن تیغ اور روے تیغ کہتے ہین اور اوسکی ضد پشت شمشیر ہے مرزا صائب رح فرماتے ہین ؎ پشت شمشیر سوال از دم بود خونریز تر ✦ خامشی را بدتر از ابرام میدانیم ما مرزا غالب کے اس شعر کے مضمون سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مرزا نے اس شعر مین شمشیر کو سینہ سے تشبیہ دی ہے اور وجہ شبہ بانکپن اور اکڑنا اور تننا ہے اگر شمشیر کو مشبہ اور سینہ کو مشبہ بہ قرار نہ دین تو معنی شعر مین خلل واقع ہوتا ہے یعنے شمشیر کو شخص ذی روح قرار دینا پڑیگا جو نے لطف اور پُر تصنع بات ہے بلکہ شعر پایۂ بلاغت سے بالکل گر پڑیگا ۔ شعر کا مضمون ظاہر ہے کہ دم شمشیر جو شمشیر سے باہر ہے اسکی وجہ یہہ ہے کہ عاشق جو شایق شہادت ہے اس کے جذبۂ بے اختیارِ شوق نے اسکو تلوار سے باہر کھینچ لیا ہے ۔ شمشیر = مرکب ہے شم اور شیر سے شم بمعنی ناخن اور شیر بمعنی اسد درندہ مشہور چونکہ تلوار کی شکل ناخن شیر سے مشابہت رکھتی ہے لہذا فارسی مین تلوار کو شمشیر کہتے ہین ۔

مدعا عنقا ہے اپنے عالم تقریر کا	آگہی دام شنیدن جسقدر چاہے بچھائے

غالباً مرزا نے یہہ شعر اپنے اُن اشعار کی نسبت کہا ہے جو طرز خیال بندی مین

فکر کئے ہین اور طریقۂ بیدل رہ پر کہے ہین کیونکہ جو اشعار صاف ہین اونکا مدعا تو اظہر من الشمس ہے اور مرزا کے صاف اشعار کی حلاوت و لطافت اور اُن کی عمدگی اور دلچسپی اور اُن کی شیرینی و تازگی کل اُستادون کے پاس مقبول اور جمہور کے نزدیک مسلم ہے اور اُنہین صاف اشعار سے مرزا کی استادی کا ڈنکا تمام ہندوستان مین بجا ہوا ہے - مرزا غالب کے جو اشعار سیدہے سادے اور صاف ہین وہ مرزا رفیع سودا رح اور میر تقی میر رح کے اعلی اور منتخب اشعار سے کچھہ کم نہین ہین - مرزا نے راستی اور سچائی کی راہ سے یہہ شعر کہا ہے اور اس شعر مین اپنی خرابی طرز کا آپ ہی اعتراف کیا ہے اسی کو انصاف کہتے ہین درحقیقت مرزا بیدل اور شیخ ناصر علی اور مرزا جلال اسیر اور مرزا غالب وغیرہ نے جو اشعار خیال بندی کی روش ناہنجار پر کہے ہین وہ مہمل اور بے معنی نہین ہین تو کیا ہین - ہر ایک شخص اُنکا ایک علیحدہ معنی بیان کرتا ہے + بہلا یہہ بہی کوئی جادۂ گفتار ہے - سراسر دردسر و سرمایۂ آزار ہے - ایسا کلام خیالات بنگ کا ہمدم و رازدار ہے - یا بقول مرزا عنقا کردار ہے + چونکہ اس شعر مین مدعا کو عنقا قرار دیا ہے لہذا شنیدن کو دام کہا ہے - میرے کی جگہ اپنے تاکید کی غرض سے کہا ہے آگہی = واقفیت و شناسائی - آگاہی کا مخفف ہے اس شعر مین آگہی کو صیاد اور شکاری سے تشبیہ دی ہے کیونکہ شنیدن دام اور مدعا عنقا ہے تو اُن کیلئے کوئی شکاری ضرور تہا مشبہ بہ کو جو صیاد ہے حذف کر دیا ہے اور اسکو علم بیان مین استعارہ بالکنایہ اور استعارہ مکنی کہتے ہین -

اور دام و عنقا قرینہ ہے اور یہہ استعارہ تخئیلیہ ہے - یعنے قرینہ کو استعارہ تخئیلیہ کہتے ہین - استعارۂ مکنی کا پورا بیان علم بیان مین دیکھنے سے معلوم ہوگا - دام بچھانا = دام گستردن کا ترجمہ ہے مدعا = مطلب عنقا = بالفتح عربی مین سیمرغ کو کہتے ہین اس طائر کی گردن دراز ہوتی ہے بعض لوگ عنقا بالضم کہتے ہین اور یہ غلط ہے اس پرندے کے متعلق قسم قسم کی نقلین مشہور ہین بعض حضرات کہتے ہین کہ اس پرندے کا وجود قدیم زمانہ مین تھا اور اب نہین ہے آدمیون کے بچون کو اُٹھا کر لے جایا کرتا تھا اور یہہ اُسکی غذا تھی لہذا کسی پیغمبر صاحب کی بد دعا سے کوہ قاف مین محصور اور بند ہو گیا بعض حضرات کہتے ہین کہ اسکا وجود فرضی ہے کیونکہ کسی نے اسکو نہین دیکھا ہے بہر حال ہما کیطرح عنقا بھی ایشیا کی شاعری کا جزو اعظم ہے اور یہان کے شعرا نے اُسکے متعلق بہت سے شاعرانہ مضمون پیدا کئے ہین -

بسکہ ہون غالب اسیری مین بھی آتش زیر پا	موے آتش دیدہ ہے حلقہ مری زنجیر کا

مطلب یہہ ہے کہ میرے پاؤن مین زنجیر نہین ہے - حالانکہ میرے پاؤن مین زنجیر پہنا دیجاتی ہے مگر اُسکے حلقے میری آتش عشق سے موے آتش دیدہ کیطرح جلجاتے ہین اور مین پھر آزاد اور غیر مقید ہوجاتا ہون - مرزا نے اس مضمون کو دوسری جگہ اسطرح بیان فرمایا ہے ؎ مانع دشت نوردی کوئی تدبیر نہین ۔ ایک چکر ہے مرے پاؤن مین زنجیر نہین ٭ غالب = منادی

یعنے اے غالب **موی** = بال - **آتش دیدہ** = آگ دیکھا ہوا -
یعنے وہ شئے جسکو آگ لگی ہے - آتش دیدہ اسم صفت مرکب ہے جو دو اسموں سے
مرکب ہوا ہے ایک تو اسم ذات یعنے آتش اور دوسرا اسم مفعول یعنے دیدہ -
اسیری = قید - **آتش زیرپا** = اسکے مجازی معنے ہین مضطرب و بیتاب
مگر یہان مجازی معنے مراد نہین ہین بلکہ حقیقی معنون کو اختیار کیا چاہیئے تا کہ
شعر کے معنی مین خلل واقع نہو - **بسکہ** = بسکہ اور ازبسکہ اور بس اور ازبس
یہہ چارون لفظ مترادف ہین اور کثرت اور افراط و فراوانی و بہتات کے
معنون مین آتے ہین - بسکہ اور ازبسکہ اور ازبس اردو زبان مین مستعمل ہین
مگر بس بمعنیٔ افراط و کثرت صرف فارسی مین آتا ہے نہ اردو مین - اور ان
لفظون مین کاف کا حذف کردینا جائز ہے اور کبھی حرف از کو بھی حذف
کردیتے ہین - بسکہ یعنے کثرت سے اور افراط سے اور از حدکہ - یہان یہہ سوال
پیدا ہوتا ہے کہ ازبسکہ اور بسکہ مین جو کاف ہے یہہ کس قسم کا کاف ہے اسکا جواب
یہہ ہے کہ کاف زائد ہے اور یہہ کاف کاف صلہ اور کاف بیان بھی ہوسکتا ہے
اسمین از سببیہ اور تعلیل کے لئے آتا ہے - بس کے معنے مین بہت
اور کافی اور خاموش یعنے خاموش ہو بصیغۂ امر - عسجدی نے آتش
زمستان کی صفت مین کہا ہے ؎ بس کس کہ ز زردشت بگردید و کنون
باز ٭ ناچار کند روے سوی قبلۂ زردشت ٭ بس کس - یعنے بہت لوگ
بہت سے اشخاص حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین ؎ اول و آخر
قرآن زچہ با آمد و سین ٭ یعنے اندر رہ دین رہبر تو قرآن بس ٭ بس یعنے

کافی و مکتفی و کفایت کنندہ۔ کسی کا فارسی شعر ہے ع روروکہ شکایت تو
ناگفتہ بہ است * بس بس کہ حکایت تو نشنفتہ نکوست۔ بس بس یعنے خاموش
ہو خاموش ہو۔ بسند اسکا مترادف ہے۔

جراحت تحفہ الماس ارمغان داغ جگر ہدیہ		مبارکباد اسد غمخوار جان دردمند آیا

تحفہ اور ارمغان اور ہدیہ یہہ تینون لفظ مترادف ہین۔ تحفہ اور ہدیہ عربی الفاظ ہین
اور ارمغان فارسی کا لفظ ہے۔ شاعر نے جراحت اور الماس اور داغ جگر کو
تحفے قرار دئے ہین اور ان تحفون کو جان دردمند کے غمخوار اور غمگسار
مقرر کئے ہین۔ مطلب یہہ ہے کہ جو جو مصائب اور تکالیف ہم پر پڑتے ہین
ہم اُن کی برداشت کرتے ہین اور ہمت نہین ہارتے بلکہ اون تکلیفون اور
مصیبتون کو آرام و راحت خیال کرتے ہین اور اسی واسطے اُن کو غمخوار جانتے ہین
اور اُن کی آمد پر مبارک دیتے ہین۔ ابن نصوح شیرازی رح کہتا ہے
رباعی با فاقہ و فقر ہمنشینم کردی * بے مونس و بے یار و قرینم کردی *
این مرتبۂ مقربان درتست * آیا بچہ خدمت این چنینم کردی * دوسرے
معنے یہہ ہین کہ جراحت اور الماس اور داغ جگر مہلک اور جان ستان
چیزین ہین۔ ہمکو یہہ چیزین ملی ہین اب ہم مرجائین گے اور ہم کو
مصائب سے نجات حاصل ہوگی چونکہ ہم زندگی مین مبتلاے آفات ہین۔
لہذا ان چیزون کے آنے سے خوش ہوتے ہین اور مبارکباد دیتے ہین
کہ اب مرجانے سے دنیا کے جھگڑون اور زحمتون سے نجات حاصل ہوگی

غمخوار آیا = یعنے ہدیہ غمخوار ہے - ہدیہ غمخوار آیا - آیا کی جگہ آمد رکھدیجیے
تو سالم شعر فارسی بنجاتا ہے ؎ جراحت تحفہ الماس ارمغان داغ جگر
ہدیہ - مبارک باد اسد غمخوار جان دردمند آمد -

جز قیس اور کوئی نہ آیا بروی کار		صحرا مگر بہ تنگی چشم حسود تھا

قیس = مجنونِ عامری کا نام ہے جو قبیلۂ بنی عامر کے ایک رئیس کا بیٹا تہا -
لیلاے عامری پر عاشق تہا اور اوس کے عشق مین سنہ ۸۰ ہجری مین انتقال کیا
کہتے ہین کہ لیلیٰ بہی اوس پر عاشق تہی - اور = دوسرا - دیگر - بروی
کار آنا = بروی کار آمدن کا ترجمہ ہے - بروی کار آمدن یعنے میدان
مین آنا - رونق پذیر ہونا - مشہور ہونا - ظاہر ہونا - آشکار ہونا - میرزا
صائب ؒ فرماتے ہین ؎ یاقوتِ آبدار تو آورد عاقبت ✤ خطی سبزی
کار کہ ریحان بگرد رفت ✤ خط را بروی کار آورد یعنے خط کو ظاہر کر دیا -
بہ = حرفِ تشبیہ یعنی مانند - بہ تنگی چشم حسود یعنے مانند تنگی چشم حسود -
حسود = بفتح اول وضم ثانی بروزن فعول بدخواہ اور بہت حسد کرنیوالیکو
کہتے ہین - تہا کی جگہ بود لکہدیجیے تو مصرع فارسی ہو جاتا ہے مصرع
صحرا مگر بہ تنگی چشم حسود بود ✤ مین نے ذرا سے تغیر و تبدل مین اس
شعر کو پورا فارسی بنا دیا ہے ؎ جز قیس ہیچ مرد نیامد بروی کار
صحرا مگر بہ تنگی چشم حسود بود ✤

آشفتگی نے نقشِ سویدا کیا درست		ظاہر ہوا کہ داغ کا سرمایہ دود تہا

نقش درست کرنا = یعنے نقش بنانا - نقش تیار کرنا - یہہ محاورہ فارسی
یعنے نقش درست کردن کا ترجمہ ہے - سویدا = کالا نقطہ جو دل پر ہوتا ہے -
ترکیب نحوی مین نقش سویدا مفعول بہ ہے یعنے آشفتگی نے نقش سویدا کو
بنایا پریشانی اور آشفتگی یہہ دونو لفظ مترادف ہین اور فارسی مین
آشفتگی بمعنی پریشانی کثرت سے مستعمل ہے چنانچہ میرزا صائب رح فرماتے ہین
؎ آشفتگی زعقل پذیرد دماغ ما * فانوس گرد باد شود بر چراغ ما *
اور مولانا ظہوری رح فرماتے ہین ؎ واعظ چہ کنی دستہ حدیث
گل و سنبل * برخیز کہ آشفتہ دماغ است دل ما - اور آشفتہ جس سے لفظ
آشفتگی بنا ہے اردو مین بھی بمعنی پریشان کثرت سے آیا ہے چنانچہ ؎
وبال آشفتہ حالون کی پریشانی کا پڑتا ہے * جو کنگھی کو سواد زلف مین تشہیر
کرتے ہین اور راقم الحروف کا شعر ہے ؎ نسیم صبح اس کا گل فشانی
سے ہے آشفتہ * ذرا کھینا وہ بو اسے نافہ تاتاری سے ہے * فرہنگ
انجمن آرائے ناصری مین لکھتے ہین کہ آشفتہ بروزن آلفتہ بمعنی بہم برآمدہ و
پریشان - اور لغت بہار عجم مین لکھا ہے کہ آشفتگی - پریشانی و شوریدگی
وبا لفظ کشیدن و پذیرفتن بصلہ از مستعمل - پس بعض اصحاب جو یہہ کہتے ہین
کہ آشفتگی بمعنی پریشانی نہین آیا یہہ قول انکا غلط ہے - داغ = یعنے
وہی داغ سویدا جو مصرع اول مین آیا ہے - اصل مین یہہ شعر اسطرح ہے
؎ آشفتگی نے داغ سویدا کیا درست * ظاہر ہوا کہ داغ کا سرمایہ
دود تھا - مگر چونکہ اس موقع پر تکرار لفظی معیوب ہے لہذا داغ سویدا کی جگہہ مین

نقش سویدا کہا ہے۔ مصرع ثانی مین داغ سے مراد داغ سویدا ہے جو ابھی مذکور
ہوا ہے۔ لفظ داغ کے معنی ہین دہبا اور نشان اور زخم اور غم وغیرہ۔ اردو والون نے
داغ کو **نا** یعنے علامت مصدر لگا کر داغنا مصدر بنا لیا ہے اور اُسکے معنے
ہین فیر کرنا اور توپ یا بندوق چہوڑنا لہذا داغ بصیغۂ واحد امر حاضر بہی آیا ہے مگر فارسی
مین داغیدن کوئی مصدر نہین ہے۔ داغ فارسی زبان کا لفظ ہے اور یہہ ہی
لفظ ہے جسکو ہندی مین داگ بکاف فارسی کہتے ہین داگ کے معنی جلانے اور سوختن
کے ہین۔ داغ اُٹہانا اور داغ دینا اور داغ کہانا اور داغ لگنا لفظ داغ کے مرکبات
ہین۔ **دود** = دہوان **سرمایہ** = متاع اور پونجی۔ مرزا کے اس شعر کا
مطلب یہہ ہے کہ سویدا جو سیاہ رنگ ہوتا ہے وہ دود غم سے بنایا گیا ہے
اور اسی واسطے ہر انسان کا بلکہ ہر جاندار کا دل دنیا مین غم و اندوہ سے
خالی نہین ہے۔ ہر شخص کا دل کسی نہ کسی وقت مبتلائے غم ہونا اس بات
کو ظاہر کرتا ہے کہ سویدا کا سرمایہ غم کا دہوان ہے۔ ظاہر ہے کہ دہوان بہی
سیاہ رنگ ہوتا ہے اور سویدا بہی سیاہ ہوتا ہے اور غم کا تعلق دل کے
ساتہہ ہے اور سویدا دل پر ہوتا ہے لہذا مرزا نے یہان سے یہہ مضمون
نکالا کہ دلون کا آشفتہ و پریشان و غمزدہ ہونا اس بات کو بتا رہا ہے
کہ سویدا کا سرمایہ دود آشفتگی اور دودِ پریشانی یا دودِ غم ہے جسکی وجہ سے
دلون کا آشفتہ و پریشان ہونا ضروری اور لازمی امر ہے۔

تھا خواب مین خیال کو تجہہ سے معاملہ | **جب آنکہہ کہل گئی نہ زیان تہا نہ سود تہا**

خواب و خیال صنعت مراعات النظیر ہے اور زیان و سود صنعت تضاد ہے جسکو صنعت طباق بہی کہتے ہین - آنکھہ کہل جانا = یعنے جاگنا اور بیدار ہو جانا - شعر صاف ہے اور اُسکا مضمون ظاہر ہے ۳

لیتا ہون مکتبِ غمِ دل مین سبق ہنوز	لیکن یہی کہ رفت گیا اور بود تہا

یعنے مکتب غم دل مین ہنوز مبتدی ہون - آیندہ بڑے بڑے غم و اندوہ اس عاشقی مین طے کرنے کے ہین - رفت گیا اور بود تھا یہہ ابتدائی چیز ہین ہین جیسے مبتدی اطفال الفاظ یاد کیا کرتے ہین -

ڈہانپا کفن نے داغ عیوب برہنگی	مین ورنہ ہر لباس مین ننگِ وجود تہا

داغ = دہبا - عیوب = عیب کی جمع ہے - برہنگی = ننگاپن - ننگ شرم و عار - وجود = ہستی و زندگی - شعر صاف ہے یعنے میرے مرجانے سے میرے عیوب برہنگی پوشیدہ و مخفی ہو گئے - کفن نے یعنے موت و مرگ نے کیونکہ مردہ کو کفن پہناتے ہین لہذا کفن سے موت کا استعارہ کیا ہے کفن نے مین دونون کے ایک جگہ جمع ہو جانے سے ثقل اور تنافر پیدا ہو گیا ہے -

تیشے بغیر مر نسکا کوہکن اسد	سرگشتۂ خمارِ رسوم و قیود تہا

تیشے بغیر = یعنے بغیر تیشے کے - کوہکن = فرہاد کا لقب ہے جو شیرین کا عاشق تہا - رسوم = رسم کی جمع ہے - قیود = قید کی جمع ہے - تیشتہ

بسولا۔ مصرع ثانی مین تھا کی جگہہ بود لکھدیا جاسے تو سالم مصرع فارسی ہو جاتا ہے
مصرع سرگشتۂ خمارِ رسوم وقیود بود ٭ سرگشتہ = حیران وپریشان۔
چونکہ خمار کا اثر دماغ پر زیادہ تر ہوتا ہے لہذا سر کا لفظ مناسب خمار ہے۔

کہتے ہو دینگے ہم دل اگر پڑا پایا	دل کہان کہ گم کیجے ہم نے مدعا پایا

دل کہان الخ = یعنے ہم نے دل کے عوض مین مدعا و آرزو وتمناسے معشوق پائی
ہے۔ ہمارے سینہ مین دل نہین ہے بلکہ تمناسے معشوق ہے۔
کہتے ہو کا مخاطب معشوق ہے۔

دوستدار دشمن ہی اعتماد دل معلوم	آہ بے اثر دیکھی نالہ نارسا پایا

جو دوست تھا وہ دشمن ہے اور دل جس پر بہروسا تھا وہ بے اعتبار ہے اور
آہ بے اثر ہے اور نالہ نارسا ہے یعنے ہماری یہہ حالت ہے اور ہم ان
مصائب مین مبتلا ہین جیسے خواجہ حافظ شیرازی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہین
س شب تاریک و بیم موج و گردابے چنین ہائل ٭ کجا دانند حال ما
سبکساران ساحل ہا ٭ اور مرزا نے فارسی دیوان مین کہا ہے س
ہوا مخالف و شب تار و بحر طوفان خیز ٭ گسستہ لنگر کشتی و ناخدا خفتہ است
اس شعر کے دوسرے معنے یہہ ہین کہ آہ و نالہ جو پہلے اثر اور رسائی
کے لحاظ سے دوستدار تھے اب بسبب بے اثری و نارسائی کے دشمن ہین
چونکہ آہ و نالہ کا تعلق دل کے ساتھہ ہے لہذا دل پر بھروسا نکیا چاہئے

کیونکہ دل کبھی دوست بنجاتا ہے اور کبھی دشمن ہو جاتا ہے - دوست و دشمن
صنعت تضاد ہے جس کے دوسرے نام صنعت طباق اور صنعت مطابقہ
ہین - دوستدار کو بلا اضافت پڑہنا چاہیے کیونکہ اس بیت مین تقابل پایا جاتا
ہے یعنے مرزا نے مصرع ثانی مین دو چیزین بیان کی ہین - ایک چیز آہ اور
دوسری نالہ - اُن کے تقابل مین بلحاظ ترتیب مصرع اول مین دوستدار
اور اعتماد دل دو چیزین مطلوب ہین - دوستدار کو باضافت پڑہین تو دل
اوسکا بتدا ہو گا - اس حالت مین مصرع اول مین ایک ہی اسم مذکور ہوا اور
تقابل کا لطف جاتا رہا - درحقیقت یہہ مضمون خواجہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ
کا ہے - خواجہ رح فرماتے ہین سے شب تاریک بیم موج و گردابے چنین ہایل
کجا دانند حال ما سبکساران ساحلہا - لیکن خواجہ کے شعر مین (حال ما)
ایسا لفظ ہے کہ جس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ خواجہ آپ بیتی فرما رہے ہین
جگ بیتی یا پربیتی کی ٹھیک نہین - کیونکہ اسمین وہ کیفیت نہین جو خاص اپنے
دل اور دماغ اور طبیعت مین پیدا ہوتی ہے - معلوم = فارسی کا محاورہ
ہے بمعنی نیست اسکے معنی یہہ ہین کہ نہین ہے چنانچہ حیدری تبریزی
کہتا ہے رباعی درکشور ہند شادی و غم معلوم * آنجا دل شاد و جان
خرم معلوم * جائیکہ بہیک روپیہ آدم نخرند * آدم معلوم و قدر آدم معلوم
یعنے کشور ہندوستان مین شادی اور غم نہین ہے اور وہان دل شاد
اور جان خرم نہین ہے اور آدمی نہین اور قدر آدمی کی نہین -

سادگی و پرکاری بیخودی و ہشیاری		حسن کو تغافل مین جرات آزما پایا

یعنے سادگی کے لئے پرکاری اور بیخودی کے لئے ہشیاری لازم ہے۔ کیونکہ حسن جو سادہ اور بیخود ہے عین تغافل مین جرات آزمائی کر رہا ہے جو پرکار اور ہوشیار کا کام ہے یعنے معشوقان حسین سادہ پرکار اور مست ہشیار ہین ان کو سادہ و مست نکہیے بلکہ پرکار و ہوشیار کہنا چاہیئے کیونکہ اگر سادہ اور مست ہوتے تو جرات آزمائی نکرتے۔ یہان تغافل سے مراد سادگی اور بیخودی ہے۔ تغافل مین یعنے سادگی و بیخودی مین کیونکہ جو شخص سادہ و بیخود ہوگا وہ ضرور غافل ہوگا۔ سادہ حسن کے صفات مین سے ہے مگر بیخود حسن کی صفت ہمنے دیکہنے مین نہین آئی۔ اگر بیخودی کے معنی حیرت لئے جائین تو بہی حسن کی صفت حیران نہین ہو سکتی۔ یہہ الفاظ یعنے حسن حیران و حسن بیخود استادون کے کلام مین نہین دیکہے گئے۔ پرکاری = یعنے عیاری و طراری و مکاری۔ بیخودی = یعنے بدہوشی و حیرت سادگی و پرکاری اور بیخودی و ہشیاری مین واو ملازمہ کا ہے اور سادگی و پرکاری اور بیخودی و ہشیاری صنعت تضاد ہے۔ یہہ طرز گفتار فصحا کے پاس معیوب اور نہایت بدنما ہے کیونکہ صرف الفاظ بطور اشارہ رکہدئے ہین مقصود قائل مین بے انتہا تعقید ہے۔ نمعلوم مرزا صاحب کیا کہنا چاہتے تہے اور کیا کہہ گئے۔ اس شعر کا پہلا مصرع پورا فارسی ہے
مصرع سادگی و پرکاری بیخودی و ہشیاری ٭

غنچہ پہر لگا کہلنے آج ہمنے اپنا دل	خون کیا ہوا دیکہا گم کیا ہوا پایا

غنچے اور دل مین تشبیہ تامہ اور تشبیہ حسی ہے اور اسی تشبیہ کیوجہ سے مرزا صاحب نے
یہہ عمدہ مضمون پیدا کیا ہے غنچہ = گل ناشگفتہ کو کہتے ہین ۔ بعض اہل تحقیق
لکہتے ہین کہ غنچہ اصل مین گنجہ ہے اور مصدر گنجیدن سے بنایا گیا ہے کیونکہ
غنچہ مین گنجیدگی اور گرد آوری ہوتی ہے ۔ اور لہذا غنچہ بجیم عربی صحیح ہے
نہ بجیم فارسی ۔ اگرچہ یہہ تحقیق قرین قیاس ہے اور معقول معلوم ہوتی ہے
مگر غنچہ بجیم فارسی کہنا چاہیے کیونکہ یہہ لفظ اسیطرح گوش آشنا اور مشہور
ہوگیا ہے ۔ غنچہ بجیم عربی رکیک اور غیر فصیح ہے ۔ معلوم ہوتا ہے کہ اہل
فصاحت نے اس لفظ مین گاف کی جگہ غین معجمہ اور جیم عربی کی جگہ جیم فارسی کو فصاحت
کے لیئے اختیار کیا ہے ۔

حال دل نہین معلوم لیکن اسقدر یعنی	ہمنے بارہا ڈہونڈہا تمنے بارہا پایا

یعنے اے معشوق ہمارا دل تمہارے پاس ہے ہمارا دل ہمارے پاس نہین
ہے ۔ بلکہ تمہارے نزدیک ہے کیونکہ تمنے اسکو بارہا حاصل کیا ہے ۔ اس
شعر مین یعنے حشو قبیح ہے ۔

شور پند ناصح نے زخم پر نمک چھڑکا	آپ سے کوئی پوچھے تم نے کیا مزا پایا

یعنے شور پند ناصح سے ہمارا زخم عشق بڑہ گیا ۔ جیسے زخم پر نمک چھڑکنے سے
سوزش بڑہجاتی ہے مگر ناصح کا کوئی فایدہ نہوا لہذا ناصح نے فضول گوئی کی
یہہ رندانہ مضمون ہے ۔ اس غزل کا وزن فاعلن مفاعیلن فاعلن مفاعیلن ہے

اس بحر کا نام بحر ہزج مثمن اشتر ہے۔ یہان زخم کے حقیقی معنے جراحت مراد نہین ہین بلکہ مجازی معنے عشق و عاشقی اور اُسکی آوارگی مراد ہین۔ آپ سے یعنے ناصح سے یہان شور کے معنے غوغا و آشوب کے ہین اور چیز پر نمک و نمکین کو بھی شور کہتے ہین اگرچہ یہہ اخیر کے معنے اس شعر مین مقصود و مطلوب نہین ہین مگر لفظِ نمک کے ساتھہ تناسب و مناسبت رکھتے ہین لہذا لفظ شور سے اس شعر مین صنعتِ ایہام التناسب پیدا ہو گئی اور چونکہ بے تکلف اور بلا تصنع واقع ہوی ہے لہذا نہایت دلچسپ اور پسندیدہ ہے۔ صنعت ایہامُ التناسُب کی تعریف یہی ہے کہ معنیٔ غیر مقصود کسی دوسرے لفظ کے ساتھہ جو کلام کے اندر آیا ہے تناسُب رکھے۔ اس شعر کا حاصل یہہ ہے کہ ناصحون کی نصیحت سے ہمارا عشق کم ہونیکے عوض زیادہ ہو جاتا ہے مرزا نے اس مضمون کو تمثیل مین بیان کیا ہے۔ عاشقون کی عادت ہے کہ نصیحت سننے سے نفرت ظاہر کرتے ہین۔

دل مرا سوزِ نہان سے بیمحابا جل گیا	آتشِ خاموش کے مانند گویا جل گیا

سوزِ نہان = سوزِ اندرونی جو آتشِ عشق کیوجہ سے تہا۔ بے محابا بے ہراس و بلا اندیشہ خاموش و گویا صنعتِ تضاد ہے مگر یہان گو یا ادواتِ تشبیہ مین سے ہے۔

دل مین ذوقِ وصلِ و یادِ یار تک باقی نہین	آگ اس گھر مین لگی ایسی کہ جو تھا جل گیا

یعنے عشق و عاشقی کی آگ ایسی لگی کہ خانۂ دل مین جو کچھہ اثاثہ تھا وہ سب
جل گیا تا بحدیکہ ذوقِ وصل اور یادِ یار جو نہایت مرغوب و مطلوب چیزین تہین
وہ بھی جلکر راکھہ ہوگئین - یہان آگ سے آتش عشق مراد ہے - عشق و
عاشقی کے نتایج اکثر ایسے ہی بُرے ہوا کرتے ہین چنانچہ مجنون اور فرہاد
جو دونون عاشق تھے اُن کے قصے مشہور ہین اُن دونون عاشقون کا
انجام مرگ اور ہلاکت ہوا نظیری نیشاپوری رح فرماتے ہین ؎
عشق است طلسمی است کہ در و بام ندارد + آن کس کہ ازو یافت نشان نام
ندارد - وَلہٗ ؎ عشق کامل نیست تا در بند مال و سکنی + آنزمان آتش علم
گردد کہ سوزد خانہ را + مرزا غالب کا یہہ شعر صاف اور نہایت عمدہ ہے -

ہیری آہ آتشین سے بالِ عنقا جل گیا	مین عدم سی بھی پرے ہون ورنہ غافل بارہا

مصنف صاحب نے اس شعر مین لفظ ہوتا کو جو جل گیا کے بعد آنا چاہیے تھا
محذوف کر دیا ہے تاکہ شعر مین تعقید معنوی پیدا ہو جاوے اور شعرا کی طرز
اور جادۂ خیال بندی پر پوری طرح سے آ جاوے مطلب یہہ ہے کہ مین
عنقا سے بڑھکر غائب اور عنقا سے بڑھکر مشہور ہون یہہ بات مشہور ہے
کہ عنقا کا مقام کوہ قاف ہے مگر یہہ بات بھی معلوم ہے کہ آج تک عنقا کو
کسی نے نہین دیکھا صرف اس پرندے کا نام سنتے ہین اور فارسی کے
شعرا عنقا کو شہرت کے ساتھہ باندھتے ہین - اب شاعر یہہ کہتا ہے کہ اگر
مین ملک عدم مین ہوتا تو اُسکا نتیجہ یہہ ہوتا کہ میری آہ آتشین سے بالِ عنقا

جلجاتا یعنے عنقا کی جگہ صرف میری شہرت باقی رہجاتی اور کوئی عنقا کا نام نہین لیتا مگر چونکہ مین ملک عدم سے بھی پرے ہون یعنے ملک عدم کو طے کرکے کچھہ اُس سے آگے بڑہگیا ہون لہذا میری شہرت اور میرا نام عنقا کی شہرت اور عنقا کے نام سے بڑہکر مشہور ہے **دوسرے معنے** میری آہ آتشین ایسی تیز و تند ہے کہ اگر مین عدم سے پرے نہوتا تو میری آہ سے بال عنقا جلجاتا یا جل گیا ہوتا - **تیسرے معنے** اے غافل میری آہ آتشین ایسی تیز و تند ہے کہ اُس سے بارہا بال عنقا جل گیا اور اب جو بال عنقا اُس سے نہین جلتا ہے تو اُسکی وجہ یہہ ہے کہ اب مین عدم سے بھی پرے ہون لہذا بال عنقا کو میری آہ آتشین نہین جلا سکتی مرزا لطف علی اصفہانی آذر تخلص جو ایران کا مشہور تذکرہ نویس اور نامور شاعر ہے اپنے تذکرہ آتشکدہ مین شیخ ناصر علی سرہندی کے حال مین لکھتا ہے کہ **از کثرت استعارات از مثنوی او مطلبی مشخص نمیشود** - میری راے مین کل خیال بند شاعرون کا کلام ایسا ہی ہے اور مرزا کا یہہ شعر بھی ازان قبیل سے ہے - مرزا نے کتاب عود ہندی مین جو خطوط مولوی عبد الرزاق شاکر کے نام لکھے ہین انمین سے ایک مکتوب مین لکھتے ہین کہ "قبلہ ابتدای فکر سخن مین بیدل و اسیر و شوکت کی طرز پر ریختہ لکھتا تھا چنانچہ ایک غزل کا مقطع یہہ تھا **ع** طرز بیدل مین ریختہ لکھنا + اسد اللہ خان قیامت ہے ۹ ۱۵ برس کی عمر سے ۲۵ برس کی عمر تک مضامین خیالی لکھا کیا دس برس مین بڑا دیوان جمع ہو گیا

آخر جب تمیز آئی تو اُس دیوان کو دور کیا اور اوراق یکقلم چاک کئے دس پندرہ شعر واسطے نمونہ کے دیوانِ حال مین رہنے دئے تمت کلامہ۔ غالباً یہہ شعر بھی اُنہین اشعار مین سے ہوگا۔ شاعر نے اس شعر مین اپنے زیادہ تر غائب اور زیادہ تر مشہور ہونے مین مبالغہ اور اغراق کیا ہے جیسا کہ ایک دوسری جگہ مبالغہ اور اغراق کی راہ سے کہا ہے ع منظر اک بلندی پر اور ہم بنا سکتے ؎ عرش سے اُدہر ہوتا کاشکے مکان اپنا یہہ شعر جو زیر شرح ہے اصل مین اسطرح ہونا چاہئیے تھا جسطرح یہان نثر مین بتایا جاتا ہے ہم تو عدم سے بھی پرے ہون ورنہ اے غافل بارہا میری آہِ آتشین سے بالِ عنقا جل گیا ہوتا یا جلجاتا۔

دل نہین تجھکو دکھاتا ورنہ داغون کی بہار	اِس چراغان کا کرون کیا کارفرما جل گیا

کارفرما = یعنے صاحب و آمر۔ فارسی مین ضرب المثل ہے کارکن را کارفرما بر سرِ کار آورد۔ مرزا کا ذہن اس ضرب المثل سے اس شاعرانہ مضمون کیطرف منتقل ہوا ہے۔ فرماتے ہین کہ میرا دل جو کارفرما تھا وہ تو جل گیا۔ اب رہگیا مین تنہا جو کارکن ہون۔ جب کارفرما نہین رہا تو کارکن کیا کر سکتا ہے۔ مین کیا کرون مجبور ہون معذور ہون۔ داغون کی بہار جو دل کی کارفرمائی سے تھی مین نہین دکھا سکتا۔ اگر دل ہوتا تو تجھکو یہہ بہار دکھاتا۔ **چراغان** = یہان چراغ کی جمع نہین ہے بلکہ ایک قسم کی تعذیب کا نام ہے اور وہ تعذیب

اسطرح ہوتی ہے کہ مجرم کے سر مین کئی زخم کر دیتے ہین اور ہر ایک زخم مین ایک فتیلہ رکھکر روشن کر دیتے ہین جس سے سر جلتا ہے اور مجرم کو نہایت ایذا پہونچتی ہے - درحقیقت یہہ تعذیب نہایت درجہ کی وحشیانہ ہے - یہہ شعر اسطرح ہوتا تو زیادہ تر صاف اور اچھا ہوتا ہے ٭ دل اگر ہوتا دکھاتا تجھکو داغون کی بہار ٭ ان چراغون کا کرون کیا کار فرما جل گیا ٭ مگر مرزا کی طبیعت نے جو دقت پسند ہے چراغون کی جگہہ لفظ چراغان جو ایک غیر مشہور لفظ ہے اختیار کیا ہے تا کہ کلام کے اندر دقت پیدا ہو جاوے اور اسکو ہر شخص نہ سمجھے - مین نے جس عنوان سے اس شعر کو کسیقدر بدل دیا ہے اسمین سلاست اور سہل پسندی کا انداز ہے - مرزا صاحب کا یہہ شعر غلط نہین ہے جو تغیر و تبدل کا محتاج ہو - اس تغیر و تبدل سے میری غرض یہہ تھی کہ موقع پر دقت پسندی اور سلاست پسندی کا فرق پبلک پر ظاہر کرون اور جہان جہان موقع ملیگا یہہ فرق انشاء اللہ ظاہر کرونگا - اس رسالے کے دیکھنے والے ضرور یہہ بات کہین گے کہ اس شعر کو کاہیکو بدلا اور کیا سبب اسمین تغیر و تبدل کیا لہذا مین نے اپنا عندیہ ظاہر کرنا مناسب سمجھا ورنہ مخفف ہے وگرنہ کا -

مین ہون اور افسردگی کی آرزو غالب کہ دل	دیکھکر طرز تپاک اہل دنیا جل گیا

یعنی اے غالب مین اس شعر کا مصداق ہون ہے کفر است در طریقہ ما

کینہ داشتن ۔ آئین ماست سینہ چو آئینہ داشتن ۔ میرے دل مین کینہ اور عداوت نہین ہے اور اگر کبھی کچھہ عداوت ہوتی بھی ہے تو مین ظاہر کر دیتا ہون اپنے دل مین چھپا کر نہین رکھتا ۔ مین صاف باطن اور پاکدل ہون جیسے کہ دینداروں کا طریقہ ہے مرزا نے ایک دوسری جگہہ کہا ہے

ع جی مین ہی کچھہ نہین ہے ہمارے وگرنہ ہم ۔ سر جائے یا رہے نہ رہین پر کہے بغیر ۔ مگر مین نے جب دنیا دارون کو دیکھا تو اُن کو ان آیتون کے مطابق پایا وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِہِمْ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَکُمْ ظاہر مین تو ہنس کر ملتے ہین اور خندہ روئی و کشادہ پیشانی سے پیش آتے ہین مگر باطن مین گوشت کے بھوکے اور لہو کے پیاسے ہین اور دل مین سخت کینہ و عداوت رکھتے ہین اور مخفی طور سے نقصان پہونچانے مین مشغول و مصروف ہین ۔ جب مین نے دنیا دارون کی دورنگی اور دو روئی دیکھی تو میرا دل اُن کے برے اخلاق سے افسردہ ہو گیا اور مجکو رنج ہوا بلکہ میرا دل جل گیا ۔ یہہ شعر علم اخلاق کے متعلق ہے اور قائل نے اسمین اخلاق حمیدہ کو اختیار کرنیکی ترغیب و تحریص دی ہے اور ایسے ہی اشعار اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِکْمَۃً کے مصداق ہوتے ہین ۔ مطلب یہہ کہ آدمی کو چاہیے کہ اپنا ظاہر و باطن یکسان رکھے ۔ مین ہون اور افسردگی کی آرزو یعنے میرے لئے افسردگی کی آرزو لازم ہے ۔ اور ملازمہ کا ہے ۔ تپاک = محبت کے جوش و خروش کو کہتے ہین ۔ طرز = یعنے طریقہ اور طور اور وضع ۔

اہل = یہہ لفظ واحد اور جمع کے معنون مین بھی مستعمل ہوتا ہے اور اس لفظ کی یہہ خاصیت ہے کہ دونون طرح یعنے مفرد اور جمع آتا ہے مگر اکثر جمع کے معنون مین آتا ہے جیسے اہلِ حرفہ اور اہلِ قلم اور اہلِ ذمہ اور اہلِ کتاب وغیرہ یہہ لفظ حقیقت مین واحد ہے اور اہالی اسکی جمع آتی ہے اور فارسی مین اہالیان اسکی جمع الجمع ہے - واحد کی مثال بہار عجم مین لکھا ہے - نثر بادشاہ امر کرد کہ خیمہ بسر عت مہیا سازند عملۂ فراشخانہ خیمہ دوزان بسیارے فراہم آوردند یالان دوزے ہم دران مجمع حاضر شد پرسیدندش کیستی گفت من از اہل خیمہ ام - واحد کی دوسری مثال اہلِ زبان ہے یعنے صاحب زبان جو مشہور لفظ ہے غالب منادیٰ یعنے اے غالب - کہ = کاف تعلیل ہے کیونکہ اس کے معنے ہین - دل فاعل اور جل گیا فعل لازمی ہے -

شوق ہر رنگ رقیب سر و سامان نکلا	قیس تصویر کے پردہ مین بھی عریان نکلا

مرزا صاحب نے عود ہندی مین جو رقعات مولوی عبدالرزاق شاکر کے نام لکھے ہین اُنہین سے ایک رقعہ مین اس شعر کے معنے اسطرح تحریر فرماتے ہین شوق ہر رنگ الخ رقیب بمعنئ مخالف ہے یعنے شوق سر و سامان کا دشمن ہے دلیل یہہ کہ قیس جو زندگی مین ننگا پڑا پھرتا تھا تصویر کے پردہ مین بھی ننگا ہی رہا لطف یہہ ہے کہ مجنون کی تصویر بتنِ عریان ہی کھینچتی ہے جہان تک کھینچتی ہے انتہیٰ کلامہ - اس شعر کے معنے بیان کرنے کی یہہ وجہ ہوئی

کہ مرزا کے معاصرون نے اس شعرکو اور میرزا کے اور بعض اشعار کو مہمل و بے معنی قرار دیا تھا چنانچہ مرزا نے رقعہ کی ابتدا ان الفاظ کے ساتھہ کی ہے کہ قبلہ پہلے معنی ابیات بے معنی سنئے فقط - لفظ رقیب کے کئی معنے ہین مگر اس شعر مین رقیب بمعنی دشمن و مخالف ہی آیا ہے مرزا صاحب کا یہہ بیان کہ مجنون کی تصویر با تن عریان ہی کہینچی ہے محل تأمل ہے کیونکہ با تن عریان نہ کہینچے گی تو اور کیا ہو گی - ہر شخص کی جیسی حالت اور صورت اور شکل ہو گی ویسی ہی تصویر ہو گی - یہہ تو ہو نہین سکتا کہ مصوّر بد صورت کو خوبصورت یا خوبصورت کو بد صورت یا عریان کو باللباس اور باللباس کو عریان بناوے خصوصاً فوٹوگرافی مین یہہ بات ناممکن ہے - اگر کسی مصور نے قلمی تصویر مین ایسا کیا ہی تو وہ تصویر اصلی اور حقیقی نہوی بلکہ جعلی اور غیر حقیقی ٹہیری پس مجنون جو لیلی کے عشق مین لباس سے بہی قطع تعلق کیا تہا اور اُس کے جوش و خروش عشق مین ننگا ہی پڑا پہرتا تہا اُسکی سچی تصویر برہنہ اور ننگی نہوگی تو باللباس کیونکر ہو گی اگر کسی مصور نے اُسکی تصویر باللباس بنائی بہی تو واقعہ اور اصلیت کے خلاف بنائی یا اُسکو اُس زمانے کی تصویر سمجہنا چاہئے جبکہ مجنون باللباس رہتا تہا - لہذا مرزا صاحب کا یہہ بیان کہ مصرع قیس تصویر کے پردے مین بہی عریان نکلا + محل تامل ہے اور اعتراض کرنیوالون کا اعتراض قرین قیاس معلوم ہوتا ہے - اس شعر پر ایک دوسرا اعتراض جو میری جانب سے ہوتا ہے وہ یہہ ہے کہ پردہ مین

عریان نکلا ایک بے معنی سی بات معلوم ہوتی ہے کیونکہ جو چیز پردے مین
ہوگی وہ عریان کیونکر ہوگی - ایسی تراکیب سے اجتناب کرنا چاہیئے
اگر اجتناب و احتراز نکیا جائے تو کلام ضرور مہمل اور بے معنی ہو جاتا ہے
اور مقصود قائل مین بے انتہا تعقید پیدا ہو جاتی ہے - تاویل مین تو
بہت کچھہ گنجایش ہے مگر عوام کے پاس - اہل علم کے نزدیک تاویلات
بارد ہ گوز شتر سے بدتر ہین - **شوق** = شوق کے اصلی معنے خواہش و آرزو کے
ہین مگر فارسی مین اخیر زمانہ کے شعرا کے کلام مین شوق بمعنی عشق کثرت سے آیا ہے -
ہر رنگ = یعنے ہر طرح ہر وضع ہر طور سے رقیب - اس شعر مین بمعنی دشمن و عدو
آیا ہے رقیب کے مشہور معنے ایک معشوق کے دو عاشق یا کئی عاشق ان نام سے
آپسمین نامزد ہوتے ہین یہان مقصود نہین ہین - **عریان** = ننگا - برہنہ
پہلے مصرع کے یہہ معنے ہین کہ عشق و عاشقی ہر طرح سے مال
مال و اسباب کی دشمن ہے - یہہ دعوی ہوا - اسکی دلیل یہہ ہے جو
دوسرے مصرع مین مذکور ہوئی ہے کہ مجنون تصویر کے حجاب مین
بھی عریان نکلا یعنے مجنون کو تصویر مین بھی لباس نصیب نہوا - بس مقصود
قائل اسیقدر ہے مگر دوسرے مصرع کے الفاظ مساعد نہین ہین اور
دلیل کالعدم ہوگئی جیساکہ مذکور ہوا - یہہ مطلع اسطرح ہوتا تو قریب الفہم
اور سلیس ہوتا - ع عشق ہر طرح عدوی سر و سامان نکلا + قیس تصویر
کی حالت مین بھی عریان نکلا + یا ع عشق ہر رنگ عدوی سر و سامان
نکلا + قیس تصویر کے عالم مین بھی عریان نکلا + مگر تاہم مضمون و معنی کے

لحاظ سے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اعتراض کی گنجایش باقی ہے + شاید مرزا کا
مقصد اس تصویر سے جعلی تصویر ہے مگر اس حالت مین مضمون کی
بے لطفی اور بناوٹ ظاہر ہے + رقیب سروسامان مین اشباع اضافت
ہے اور اشباع اضافت فارسیون کے پاس جائز ہے - پہلے
مصرع مین نکلا کی جگہہ باشد یا آمد لکہہ دیجئے تو سالم مصرع فارسی ہے
مصرع شوق ہر رنگ رقیبِ سروسامان باشد - سروسامان یعنی مال و اسباب

زخم نے داد نہ دی تنگیٔ دل کی یارب
تیر بھی سینۂ بسمل سے پر افشان نکلا

داد دینا = انصاف کرنا - عدل کرنا - اداے حق کرنا - یہہ فارسی
محاورے یعنے داد دادن کا ترجمہ ہے - بسمل = یہہ لفظ فارسی
الاصل نہین ہے بلکہ مستحدث ہے کیونکہ بسم اللہ سے بنایا گیا ہے -
اس کے معنے ہین ذبح کرنا - چنانچہ خواجہ آصفی رح فرماتے ہین ؎
قاتل من چشم می بندد دم بسمل مرا + تا بماند حسرتِ دیدار او در دل مرا +
دم بسمل = یعنے ذبح کرنے کے وقت - اور میرزا جانی غیرتی رح
کہتے ہین ؎ ذوقِ تیغ تو مرا داشت چنین رقص کنان + این
طپیدن نہ مرا از جہت بسمل بود - از جہت بسمل = یعنے ذبح کرنے
کے سبب سے + بسمل کے معنے ذبیحہ اور مذبوح بھی آئے ہین اور
مرزا نوشاہ کے اس شعر مین بسمل بمعنی مذبوح یعنے ذبح کردہ شدہ جسکو
ذبیحہ بھی کہتے ہین آیا ہے پر افشان = بال افشان کا مترادف ہے

یعنے اُڑتا ہوا - پرواز کرتا ہوا - یہہ اسم حالیہ ہے - چونکہ جب کوئی پرندہ ہوا مین اُڑتا ہے تو اکثر اُس کے پرون کو ایسی حرکت اور جنبش ہوتی ہے جو کسی چیز کے جھٹکنے یا چھڑکنے سے مشابہت پیدا کرتی ہے لہذا فارسی مین پرندون کے اُڑنے کو بال افشاندن اور پرافشاندن بہی کہتے ہین - افشاندن کے معنے ہین جہاڑنا - چھڑکنا پہچھوڑنا - حرکت دینا کسی چیز کو بطریق معہود جیسے پرافشاندن یعنے پرون کو حرکت دینا - گرد افشاندن = گرد جہٹکنا - تنگ اور چھوٹے مقامون مین سے جو چیز نکلتی ہے شدت و حدت و سرعت کے ساتہہ نکلتی ہے جیسے دریا کا پانی دو پہاڑون کے درمیان گھٹ کر بہتا ہے تو بڑے زور وشور سے بہتا ہے جس جگہہ پھیل کر بہتا ہے وہان وہ زور نہین رہتا اور دہیما دہیما بہتا ہے لہذا شاعر کہتا ہے کہ میرا دل اسقدر تنگ اور چھوٹا ہے کہ جو تیر اُسمین سے نکلا بسبب تنگی کے اُڑتا ہوا اور حدت و سرعت کے ساتہہ نکلا - اس لئے شاعر محم دل سے تنگئ دل کی داد طلب کرتا ہے - اس شعر کے مضمون مین بسبب لفظ دل و سینہ کے مباعدت ہو گئی ہے کیونکہ قائل کا مقصود تو یہہ ہے کہ تیر بہی دل بسمل سے پرافشان نکلا مگر چونکہ مصرع موزون نہوتا تہا لہذا ضرورت وزن کے لحاظ سے دل کی جگہ سینہ کہدیا جس سے معنئ شعر مین بعد اور دوری پیدا ہو گئی اور مرزا کا یہہ مطلب بہی کہ شعر بعید الفہم ہوا کرے حاصل ہو گیا -

کام یاروں کا بقدر لب و دندان نکلا	دل حسرت زدہ تھا مائدۂ لذت درد

حسرت زدہ = حسرت کا مارا ہوا۔ یعنے پُرحسرت اور حسرت والا۔ حسرت کے حقیقی معنے دریغ اور افسوس اور پشیمانی اور شرمندگی کے ہین اور مجازی معنے آرزو و تمنا و ارمان کے ہین۔ مائدۂ لذت درد = لذت درد کا دسترخوان یعنے وہ دسترخوان جسپر درد و غم کی لذتین اور آفات و مصائب کی غذائین اور رنج والم کی نعمتین چنی ہوی ہین۔ مائدہ یعنے دسترخوان۔ کام نکلنا = برآمد مدعا کی ہونا۔ مطلب نکلنا۔ امید برآنی حاجت روا ہونی۔ یہہ کار برآمدن کا ترجمہ ہے۔ بقدر لب و دندان = یہہ فارسی زبان کی اصطلاح ہے اُسکے معنے ہین بقدر استعداد کے اور بقدر لیاقت کے۔ تو معلوم ہوا کہ فارسی کی اصطلاح مین استعداد اور لیاقت کو کنایتہً لب و دندان کہتے ہین۔ چنانچہ فارسی والے کہتے ہین کہ لب فلان چیز نیست و دندان فلان چیز نیست یعنے استعداد اور لیاقت اور شایستگی اور حوصلہ فلان چیز کا نہین ہے اور فارسی مین دہن فلان چیز و دہانِ فلان چیز بھی کہتے ہین جیسے زید دہن این کار ندارد یعنے زید کو اس کام کی لیاقت نہین ہے ملا طغرا کہتے ہین ع مارا لبِ چشیدنِ صہبای وصل نیست + این بادہ را مگر بلب گل توان چشید + یعنے شراب وصل کے چکھنے کی لیاقت ہمکو حاصل نہین ہے۔ شاعر نے اپنے دلِ حسرت زدہ کو لذت

درد کا مائدہ قرار دیا ہی اور کہتا ہی کہ بقدر ہمارے حوصلے کے اور بقدر ہماری لیاقت کے اس دسترخوان سے ہمارا کام نکلا یعنے ہم نے اپنے حوصلے کے موافق غم کھایا - یارون کا یعنے ہمارا یا میرا کیونکہ اُردو زبان کا محاورہ ہی کہ کبھی بے تکلفی کی بات چیت مین اور سادہ پن سے یارونکا لفظ ضمیر متکلم کی جگہ مین کہتے ہین - چنانچہ استاد ذوق فرماتے ہین ؎ نہوا پر نہوا میر کا انداز نصیب * **ذوق** یارون نے بہت زور غزل مین مارا * یارون سے یعنے ہم نے یا مین نے - مرزا غالب کے پہلے مصرع مین تھا کی جگہ بُدر رکھدیجئے تو سالم مصرع فارسی ہے مصرع دل حسرت زدہ بُد مائدۂ لذت درد - بُد مخفف ہے بود کا -

ہی نوآموز فنا ہمت دشوار پسند	سخت مشکل ہی کہ یہہ کام بھی آسان نکلا

نوآموز = مبتدی - آموزندۂ نو - جو ابھی سیکھنے کے لئے بیٹھا ہو یا کچھہ دن سے سیکھنا شروع کیا ہو اُسکو فارسی مین نوآموز کہتے ہین - یہہ اسم فاعل ترکیبی ہے **ہمت** = یعنے عزم و ارادہ - یہان ہمت موصوف اور دشوار پسند اُسکی صفت ہے - موصوف اپنی صفت سے ملکر یعنے ہمت دشوار پسند مبتدا ہے - اور نوآموز فنا اُسکی خبر اور ہے حرف رابط ہے - **دشوار پسند** = یعنے پسند کنندۂ دشوار اور مشکل کامون کو پسند کرنے والی - یہہ اسم فاعل ترکیبی ہے **سخت** یعنے بہت - بڑی اور بڑا * مشکل اور آسان صنعت تضاد ہے - حاصل یہہ کہ مرحلۂ فنا کو طے کرنا ہر ایک شخص سے ہو نہین سکتا - مگر ہم نے اُسکو

باسانی طے کردیا ۔

دل مین پھر گریہ نے اک شور اُٹھایا غالب	آہ جو قطرہ نہ نکلا تھا سو طوفان نکلا

گریہ ۔ یعنے رونا ۔ اس لفظ کے گاف کو کسرہ ہے یہہ لفظ گریستن کا حاصل بالمصدر ہے ۔ فارسی مین گریۂ[۱] تاک اور گریہ[۲] رگ تاک اور گریۂ[۳] چراغ اور گریۂ[۴] خامہ اور گریۂ[۵] دولاب اور گریۂ[۶] روحانی اور گریۂ[۷] شادی اور گریۂ[۸] شمع اور گریۂ[۹] شیشہ اور گریہ گاہ اور گریۂ[۱۱] مند اور گریۂ[۱۲] تاک اور گریۂ[۱۳] گر اور گریۂ[۱۴] ہاے ہاے اس لفظ کے مرکبات ہین ۔ چونکہ اردو زبان درحقیقت فارسی زبان کی ایک شاخ اور شعبہ ہے لہذا اردو والے ان مرکبات کو اپنے اشعار مین مناسب مواقع پر استعمال کرسکتے ہین اور اسی غرض سے مین نے ان مرکبات کو یہان درج کیا ہے اور آیندہ برمحل وبرموقع ایسے مطالب اس رسالے مین درج کئے جاینگے کیونکہ زبان کی ترقی اور کلام کی جدت وتازگی ایسی ہی باتون سے ہوتی ہے **شور اُٹھانا** ۔ یعنے شور قائم کرنا اور شور برپا کرنا ۔ شور کے معنے یہان آشوب وغوغا و فریاد کے ہین لفظ شور طوفان کے ساتھہ مناسبت رکھتا ہے یعنے طوفان کے لئے شور کا ہونا لازم و ملزوم ہے اور یہہ تناسب طوفان کی ذات سے متعلق ہے لہذا اس شعر مین لفظ شور سے **صنعت مراعات النظیر** پیدا ہوگئی ۔ **غالب** = منادیٰ یعنے اے غالب ۔ ای حرف ندا محذوف ہے ۔ **آہ** = منجملہ اصوات کے ہے اور حسرت و افسوس و غم کے

موقع پر یہہ کلمہ بولتے ہین اور اُسکا مخفف اہ بغیر مد کے صحیح اور مستعمل ہے
چنانچہ حکیم سنائی رح کہتے ہین ؎ گر ز اتیغ تن زندہ کن ٭ ور ترا زخم
حق زندہ کن - طوفان = بالضم بارانِ سخت اور آبِ سخت جوز مین
مین سے نکلے اور سب چیزون کو غرق کردے اور یہہ اس لفظ کے حقیقی
معنے ہین - اور ڈبونے والی سیل کو بھی طوفان کہتے ہین اور ہرایک
چیز جو کثرت سے ہو اور ہر شی جو اسقدر غالب ہو جائے کہ سب چیزون کو
گھیرلے اور کل اشیا پر غالب آجائے اُسکو بھی طوفان کہتے ہین جیسے
طوفان ہوا اور طوفان آتش و طوفان بے تمیزی وغیرہ اور یہہ مجازی معنے ہین - اس کے
مرکبات طوفان خروش اور طوفان خیز - اور طوفان دیدہ اور طوفان رسیدہ
اور طوفان زا اور طوفان زدہ اور طوفان طراز اور طوفان کدہ اور طوفان
نژاد ہین - یعنے اے غالب میرے دل مین بار دیگر گریہ نے ایک شور
اُٹھایا ہے لہذا افسوس ہے کہ جو قطرہ آنسو کا میری آنکھون سے پیشتر نہ نکلا تھا
اب طوفان ہوکر نکلا ہی یعنے جو قطرات دل مین رہ گئے تھے اب طوفان کی شکل
مین ظاہر ہو رہے ہین - کیا اچھا ہوتا اگر شور اول مین ہی یہہ قطرات
نکل گئے ہوتے - اس شعر مین بار دیگر شور کے نہ اُٹھنے کی تمنا پائی
جاتی ہے - اور یہہ تمنا یہان لفظ آہ کے استعمال سے ظاہر ہوتی ہے
یہہ شعر صاف ہے اور معنے اسکے ہویدا ہین اس شعر کی شرح مین مین نے
صرف نظم کو نثر مین لکھا ہے کوئی دوسرا بھاری کام نہین کیا ہے
کیونکہ شعر کا مضمون آشکار ہے - میری راے ناقص مین اس شعر کے

مضمون مین ضبط کی قید لگانی زیاد از ضرورت ہے یعنے بوجہ ضبط نہ نکلا تہا کہنے کی کوئی ضرورت نہین ہے کیونکہ ممکن ہے کہ قطرۂ اشک بوجہ ضعف وناتوانی یا بوجہ عدم موجودگی یا بوجہ عدم ضرورت یا شورِ اول کے رفع ہو جانے کیوجہ سے نہ نکلا ہو۔ بہرحال قیودِ مذکورہ کی پابندی کوئی ضروری چیز نہین ہے کیونکہ شعر کا مضمون صرف اسیقدر ہے کہ پہلے ہم روتے روتے تہم گئے تھے اب پھر رونا شروع کر دیا۔

عشق نبرد پیشہ طلبگار مرد تھا	دہمکی مین مر گیا جو باب نبرد تھا

دہمکی = ڈرانے والی بات اور تہدید وتخویف کو کہتے ہین۔ یہہ لفظ مونث ہے جو = یعنے جو شخص اور جو آدمی۔ نبرد = بروزنِ نگرد رزم وکارزار اور لڑائی وجنگ کو کہتے ہین۔ اصل مین یہہ لفظ نورد تھا اور اسکا مصدر نوردیدن ہے فارسی مین بے اور واو آپسمین تبدیل پاتے ہین اسی لئے نورد کو نبرد کہتے ہین نبرد پیشہ = وہ آدمی جسکا پیشہ جنگ اور لڑائی ہو۔ دہمکی دینے کی یہہ وجہ ہے کہ جو شخص عشق کے سامنے آیا ہے وہ عشق کے لایق اور قابل نہین ہے بلکہ بزدل اور زن صفت ہے لہذا عشق اُسکو اپنے ناقابل جانکر دہمکی دیتا ہے اور چونکہ وہ آنے والا درحقیقت نالایق عشق ہے لہذا صرف عشق کی دہمکی ہی مین اُسکا کام تمام ہو جاتا ہے اور وہ مر جاتا ہے۔ یہان سے یہہ بات ثابت ہوی کہ عشق وعاشقی مرد کا کام ہے اور رجال پہلوان صفت ہی اس فن کے لائق ہین۔ اس شعر کے دوسرے مصرع مین تھا کی جگہہ

بود لکھدیجیے تو سالم مصرع فارسی بنجاتا ہے مصرع عشق نبرد پیشہ طلبگار مرد بود
عشق موصوف اور نبرد پیشہ اُسکی صفت ہے ۔

تھا زندگی مین مرگ کا کھٹکا لگا ہوا
اُڑنے سے پیشتر بھی مرا رنگ زرد تھا

یعنے چونکہ مجکو حیات مین موت کا اندیشہ لگا ہوا تھا لہذا مجکو زندگی کا لطف حاصل نہوا اور میری زندگی خوف وہراس مین کٹی جو آنے والی موت کی وجہ سے مجھہ پر غالب ہوگیا تھا اور اسی ہراس وترس کے سبب سے میرا رنگ رخ یا رنگ جسمانی زرد رہتا تھا یعنے حیات مین جب موت مجکو یاد آتی تھی تو موت کے خوف سے میرا خون خشک ہوجاتا تھا اور میرا رنگ زرد پڑجاتا تھا ۔ قائل نے اس شعر مین اپنے کو انتہا درجہ کا خوف زدہ مرگ قرار دیا ہے زندگی یعنے حیات کھٹکا = یعنے اندیشہ اور یہہ مجازی معنے مین حقیقت مین کھٹکا بانس کے یا لکڑی کے ٹکڑے کو کہتے ہین ۔

تالیف نسخہاے وفا کر رہا تھا مین
مجموعۂ خیال ابھی فرد فرد تھا

قائل نے اپنے کو عہد طفلی سے وفادار قرار دیا ہے اور کہتا ہے کہ ابھی میرا مجموعۂ خیال فرد فرد تھا یعنے میرا مجموعۂ خیال کم عمری کے زمانہ مین مجتمع نہوا تھا بسبب کم عمری اور خوردسالی کے مگر باوجود اس کے مین کتب وفاداری کی تالیف کر رہا تھا یعنے وفادار تھا ۔ نسخہا یعنے کتابین فرد فرد تھا یعنے پریشان تھا ۔ مکرر ۔ قائل نے اُس زمانہ سے کہ مجموعۂ خیال یعنے

مجموعۂ شعور و تمیز مجتمع نہوا تھا اپنے کو نسخہ ہائے وفا کا مولف قرار دیا ہے - یعنے
مین کم سنی سے عاشق وفادار ہون اور بچپن سے وفا شعار ہون -

دل تا جگر کہ ساحلِ دریای خون ہے اب	اس رہگذر مین جلوۂ گل آگے گرد تھا

کہتا ہے کہ ہم پیشتر ایسے نازک دماغ اور نازک مزاج تھے کہ بسبب نازک مزاجی کے
جلوۂ گل بھی جو ایک نفیس شی ہے ہمارے دل و جگر پر گرد و خاک کیطرح ناگوار
اور ناپسند تھا مگر اب زمانۂ ناہنجار اور چرخ کج رفتار کیوجہ سے یا عشق و عاشقی
کے سبب سے ہمارا یہہ حال ہے کہ ہمارے دل سے لیکر جگر تک ایک دریای
خون کا ساحل ہے یعنے دل اور جگر دریای خون کے دو کنارے مین
اور ان دو ساحلون کے بیچ مین دریای خون ہے حاصل یہہ کہ عشق و عاشقی یعنے
یا زمانۂ ناموافق کیوجہ سے ہم خون پیتے ہین اور غم و غصہ کہاتے ہین اور
اب ہماری نازک مزاجی باقی نہین رہی کیونکہ غم و غصہ مین مبتلا ہین اور
عشق و عاشقی کے مصائب نے ہمکو گہیر لیا ہے - جلوۂ گل مبتدا اور گرد
اسکی خبر ہے - دل تا جگر یعنے از دل تا جگر - ایسے موافق پر از کا حذف
کردینا فارسی مین جایز ہے - اس رہگذر مین یعنے از دل تا جگر - اس
شعر مین گل کے لفظ سے نازک مزاجی کا مضمون پیدا ہوتا ہے - دل
اور جگر اور خون اور گل صنعت مراعات النظیر ہے اور تناسب یعنے وجہ
مناسبت دل و جگر مین ذات سے ہے کہ یہہ دونون اعضا ہین اور خون و گل
مین صفت یعنے رنگ سے ہے کہ یہہ دونون سرخ رنگ اور لال ہوتے ہین

جاتی ہے کوئی کشمکش اندوہِ عشق کی	دل بھی اگر گیا تو وہی دل کا درد تھا

کوئی = تنکیر کے واسطے آتا ہے - فارسی مین ان معنون کے لئے کبھی لفظ ہیچ اور اکثر یاے تحتانی مستعمل ہوتی ہے - اس موقع پر ہیچ کا لفظ بولا جایگا اسطرح نثر ہیچ کشمکش اندوہ عشق نمی رود - کشمکش یعنے کھینچا تانی اور فرمایش بتواتر - اندوہ = بروزن بر کوہ غم والم اور گرفتگی دل کو کہتے ہین اسکا مخفف اندہ بغیر واو کے آیا ہے جیساکہ مرزا ہدایت مرحوم کہتے ہین مصرع اندہ بسخن کشید نظمم - وہی یعنے ہمان پہلے مصرع کے یہہ معنے ہین کہ اندوہِ عشق کی کوئی کشمکش نہین جاتی ہے اور اس مصرع مین استفہام انکاری ہے - شعر صاف ہے -

احباب چارہ سازیِ وحشت نکر سکے	زندان مین بھی خیال بیابان نورد تھا

چارہ سازی = یعنے تدبیر و علاج - وحشت یعنے گھبراہٹ زندان = قیدخانہ و محبس - خیال = بالکسر وہم و گمان - بیابان نورد = اسم فاعل ترکیبی ہے اس کے معنے ہین جنگل کو طے کرنے والا - نورد امر کا صیغہ ہے نوردیدن سے - کہتا ہے کہ جوش جنون مین مین نے چاہا تھا کہ جنگل کیطرف نکل جاؤن مگر میرے احباب نے میری خیرخواہی کے لحاظ سے مجھکو قیدخانہ مین مقید کیا تاکہ مین جنگل کی جانب جانیکو ن اور ہلاکت سے میری نجات ہو اور مین صحیح المزاج ہو جاؤن مگر کیا فایدہ

اُن کی یہہ تدبیر مفید اور نتیج ہو نسکی کیونکہ مین جب زندان مین داخل ہوا تو عین زندان مین جنگل اور صحرا کیطرف میرا خیال دوڑ گیا اور بیابان مین میرا خیال میرے عوض مین پھرنے لگا اگرچہ مین نے خود بیابان مین گشت نہین لگائی مگر میرا خیال برابر بیابان مین گشت لگاتا رہا ظاہر ہے کہ خیال کی رسائی ایکدم مین عرش تک ممکن ہے پھر خیال کو بیابان مین پہونچنے کے لئے کیا دیر تھی اگر کوئی شخص اپنے عالم خیال مین یعنے حالت وہم مین یہہ سمجھہ لے کہ مین عرش پر بیٹھا ہوا ہون تو یہہ بات خیال کی راہ سے کچھہ بعید نہین ہے کیونکہ خیال وہم کو کہتے ہین اور قوت وہمیہ وجود اشیا اور حقایق احوال کی محتاج نہین ہے۔ کوئی شے موجود ہو یا نہو جب خیال اور وہم مین کوئی شخص اُسکا تصور کرلے تو اُسکو خیال مین اسیطرح محسوس ہوتی ہے اگرچہ درحقیقت اُسکا وجود نہین ہے اور اسیواسطے غیر موجود اور معدوم اشیا کو خیالی باتین اور خیالی پلاؤ کہا کرتے ہین۔ اس شعر کے دوسرے معنے یہہ ہین کہ خیال نے زندان کو عین بیابان تصور کرلیا اور زندان مین گشت لگاتا رہا کیونکہ اُسکو جنگل سمجھہ لیا ہے اور ہمین وہی وحشت حاصل رہی جو صحرا مین ہوتی ہے لہذا احباب سے چارہ سازی وحشت نہو سکی۔

یہہ لاش بیکفن اسدؔ خستہ جانکی ہے	حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

یہہ = اسم اشارہ قریب۔ لاش = لاشہ و مُردہ جسم۔ بے کفن ج

جسکو کفن نہو بے نفی کیواسطے آتا ہے خستہ جان = وہ شخص جسکی جان خستہ اور زخمی ہو۔ اسکے مجازی معنے تھکا ہوا اور ماندہ کے ہین۔ خستہ کے معنے مجروح و افگار و زخمی کے ہین اور یہہ لفظ بالفتح ہے اور خستہ جگر و خستہ دل و خستہ حال و خستہ روان اسکے مرکبات ہین اور خستہ جان اسم صفت مرکب ہے۔ مغفرت = بخشنا۔ معافی بخشش۔ فارسی مین مغفرت کو بخشیدن کہتے ہین۔ عجب = حیرت و تعجب اور شگفت کے معنون مین آتا ہے۔ چنانچہ خواجہ حافظ شیرازی رح فرماتے ہین ۵ ز انقلاب زمانہ عجب مدار کہ چرخ ÷ ازان فسانہ ہزاران ہزار دارد یاد ÷ عجب مدار یعنے حیرت نکرا و رتعجب نکر۔ مگر یہہ لفظ کبھی عجیب و غریب و نادر کے معنے بھی دیتا ہے اور بمعنی اسم فاعل آتا ہے چنانچہ اس شعر مین اسم فاعل کے معنے ہی دیتا ہے۔ عجب آزاد یعنے عجیب آزاد ہے یعنے حق تعالی غالب کو مغفرت کرے اور بخشدے بسبب اسکی آزادی اور مسکینی کے کیونکہ اکثر آزاد لوگ غریب اور مسکین ہوتے ہین۔ یہان یہہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حق تعالی کا ہیکو مغفرت کرے۔ کونسی ایسی نیکی اور بہلائی کی ہے جس سے مغفرت چاہتا ہے اسکا جواب یہہ ہے کہ بسبب آزادی کے مغفرت کرے کیونکہ آزادی جو تھی تو وہ فقر و فاقہ و غریبی کیوجہ سے تھی اور غریبی کے سبب سے کفن تک نصیب نہین ہے اور جو مسلمان غریب نیک مزاج ہوگا وہ مستوجب مغفرت کا ہوگا جیساکہ حدیث شریف مین آیا ہے۔ الفقر فخری اور

بَدَءَ الاِسلَامُ غَرِیبًا وَسَیَعُودُ کَمَا بَدَءَ فَطُوبٰی لِلغُرَبَا - اور آزاد لوگ اکثر حق گو اور حق پسند ہوا کرتے ہین لہذا حق گوئی اور حق پسندی جو بسبب آزادی کے قائل کو حاصل تھی وہ بھی مغفرت کا باعث ہو سکتی ہے اور درحقیقت آزادی اسلام کا نام ہے - قائل نے اپنے کو شخص مردہ قرار دیا ہے اور یہہ کلام یعنے یہہ لاش بے کفن الخ اور حق مغفرت کرے الخ فرضی غیر شخص کا کلام ہے -

شمار سبحہ مرغوب بت مشکل پسند آیا	تماشا ہی بیک کف بردن صد دل پسند آیا

شمار = یعنے حساب اور گنتی - یہہ شمردن سے امر کا صیغہ ہے اور یہان بمعنی حاصل مصدر آیا ہے سُبحہ = یہہ عربی زبان کا لفظ ہے - یہہ بالضم ہے یعنے ضمہ کے ساتھہ آیا ہے بعض لوگ اِسکو فتحہ کے ساتھہ بولتے ہین مگر فتحہ کے ساتھہ بولنا غلط ہے - تسبیح کو کہتے ہین - اور سُبحہ دار اور سُبحہ شمار اور سُبحہ گردان اور سُبحہ ور اس کے مرکبات ہین بت = حقیقت مین اُس شکل کو کہتے ہین جسے ہندو لوگ پتھر وغیرہ سے تراش کر پوجتے ہین چنانچہ حضرت شیخ سعدی شیرازی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہین مثنوی بتے دیدم از عاج در سومنات * مرصّع چو در جاہلیت منات * چنان صورتش بستہ تمثال گر * کہ صورت نہ بندد ازان خوب تر * عربی مین صنم کہتے ہین اور صنم کی جمع اَصنام آتی ہے - اور بت اشرفی اور بت زر اور بت تراش اور بت خانہ اور بت ستان اور بت شکن

اور بتکدہ اور بت گر لفظ بت کے مرکبات ہین۔ مگر اسکے مجازی معنے یہہ نہین ہین بلکہ مجازاً عاشق اپنے معشوق کو بت کہتا ہے کیونکہ عاشق اپنے معشوق کو انتہا درجہ مین عزیز جانتا ہے اور دوست رکھتا ہے جسطرح ہنود بت حقیقی کو دوست رکھتے ہین لہذا اسکے مجازی معنے معشوق اور محبوب کے ہین **مرغوب** = یعنے پسندیدہ اور رغبت کیا ہوا **مشکل پسند** یعنے دشوار پسند اور مشکل کو پسند کرنیوالا۔ یہہ اسم فاعل ترکیبی ہے۔ مشکل اسم اور پسند امر کا صیغہ ہے پسندیدن سے **تماشا** = اصل مین یہہ لفظ تماشی ہے اسکے معنے ہین باہم پیادہ چلنا اور فارسی مین دیکھنے اور ہنگامے کے معنے ہین۔ یہان دیکھنے کے معنے مراد ہین اور تماشا خانہ و تماشا کدہ و تماشا گاہ و تماشا گر و تماشائی اس کے مرکبات ہین۔ **دل بردن** = یعنے دل لیجانا۔ معشوقی کرنی۔ دلبری یعنے معشوقی۔ شاعر کہتا ہے کہ عابدون کا یہہ کام کہ سَو دانون کی تسبیح ہاتھہ مین رکھتے ہین معشوق کو مرغوب آیا کیونکہ دانۂ تسبیح کو دل کے ساتھہ تشبیہ ہے لہذا معشوق سمجھتا ہے کہ مین بھی اسیطرح ایک دم مین سَو دل اُڑا لونگا جسطرح عابدون کے ہاتھہ مین سَو دانون کی ایک تسبیح ہے٭ اسیطرح میرے ہاتھہ مین سو دل آجائینگے اور اسی عنوان سے مین دلربائی اور دلبری کرونگا۔ ؎ شمار سبحہ مرغوب بت مشکل پسند آمد٭ تماشائے بیک کف بردن صد دل پسند آمد٭ آیا کی جگہ آمد کہدینے سے سالم مطلع فارسی کا ہوگیا۔ مرزا غالب بے انتہا مغلوب الفارسی ہین۔

بہ فیض بیدلی نومیدئی جاوید آسان ہے	کشایش کو ہمارا عقدۂ مشکل پسند آیا

یعنے عاشق لوگ ہمیشہ نا امید اور مایوس ہوتے ہین کیونکہ اُن کو وصال معشوق کی اُمّید نہین ہوتی - اور نومیدی عاشقی کا فیض ہے جو عاشقون کو ملا ہے اور عاشقی کے فیض سے نومیدی جو ایک کٹھن اور مشکل چیز ہے آسان ہو گئی ہے - امیدوار بودہ بعافیت باشند کا سا مضمون ہے - جب دل باختہ یعنے دل عاشق شدہ کا یہہ حال ہے تو گویا کشایش کار اور حصول مدعا ہو چکا یعنے وصال معشوق حاصل ہو گا - کشادکار نے عاشقون کے لکو پسند کر لیا ہے - کشادکار تشنیع وطنز کی راہ سے کہا ہے - مطلب یہہ ہے کہ عاشقون کے دل کی کشاد و شگفتگی نہین ہوتی اور ہمیشہ کار عشاق بند ہوتا ہے ہماری کشایش کچہہ نہین اور صرف نومیدی ہماری کشایش کا نام ہے اور جسکو نومیدی کہتے ہین وہی ہماری کشایش ہے بیدلی = عاشقی نومیدی = مایوسی - جاوید = دوام - ہمیشہ کشایش کو پسند آیا یعنے کشایش نے پسند کیا - عقدۂ مشکل = دل باختہ یعنے دل عاشق شدہ وہ دل جو عاشق ہو گیا ہے اسکو دل باختہ باضافت کہتے ہین اور یہان عقدۂ مشکل سے دل باختہ مراد ہے اور یہہ استعارہ ہے - اس شعر کے پہلے مصرع مین ہے کی جگہہ است لکھدینے سے پورا مصرع فارسی ہو جاتا ہے مصرع بہ فیض بیدلی نومیدئی جاوید آسان است -

ہوا ہے سیر گل آئینۂ بے مہرئ قاتل	کہ انداز بخون غلطیدن بسمل پسند آیا

قاتل سے مراد معشوق ہے اور پہلے مصرع کے یہہ معنے ہین کہ معشوق کے
جور و جفا اور اُسکے ظلم و ستم کی نمایندہ یعنے دکہانے والی یہہ بات ہے
کہ اُسکو سیر گل کی آرزو اور گلگشت کی خواہش ہوی ہے - آئینہ کے حقیقی معنے
مشہور ہین جسکو عربی مین مرآۃ کہتے ہین مگر یہان مجازی معنے مراد ہین
اور مجازی معنے اس لفظ کے نمایندہ اور دکہانے ولے کے ہین کیونکہ
آئینہ ایک آلہ ہے جو صورتون کو دکہاتا ہے - ہوائے سیر گل مبتدا اور
آئینۂ بے مہری قاتل اُسکی خبر ہے - ہوا کے مجازی معنے آرزو و خواہش
و تمنا کے ہین - ہوا اور گل اور آئینہ اور مہر اور خون اور بسمل اور خون و گل
صنعت مراعاۃ النظیر ہے - اور وجہ مناسبت ہوا و گل مین فعل ہے کیونکہ ہوا
پہولون کو کہولتی ہے - اور آئینہ و مہر بمعنی آفتاب مین صفت وجہ مناسبت ہے
کیونکہ دونون روشن اور صاف و شفاف ہوتے ہین اور بعض آئینے آفتاب
کی شکل پر مدور اور گول ہوتے ہین مگر آئینہ مین تناسب کی وجہ صرف صفائی
و روشنی ہے نہ شکل - آئینہ بہی روشن ہوتا ہے اور آفتاب بہی روشن
ہوتا ہے - خون اور گل مین وجہ مناسبت صفت یعنے رنگ ہے کہ دونون
سرخ ہوتے ہین اور خون و بسمل بہی صنعت مراعاۃ النظیر ہے اور وجہ تناسب
فعل ہے کیونکہ بسمل سے خون نکلتا ہے اور خون کا نکلنا بسمل کے ساتہہ
مناسبت رکہتا ہے - مرزا نے درحقیقت صنعت مراعاۃ النظیر کے متعلق
یہہ عجیب شعر کہا ہے جسمین کثرت سے مناسبات معنوی ہین بسمل = یعنے
مذبوح - چونکہ بسمل لہو مین لوٹتا ہے اور لہو کے رنگ سے سرخ ہوجاتا ہے

اور گل بھی سراپا سرخ رنگ ہوتا ہے لہذا گل کو بسمل قرار دیا ہے اور کہتا ہے
کہ گل گویا ایک بسمل ہے جو سرتا پا خون آلود ہے اور ہمارا معشوق اسکی
سیر کو جاتا ہے لہذا معلوم ہوا کہ معشوق جفا پسند اور ظلم دوست ہے کیونکہ
وہ مذبوحات کی سیر کو جاتا ہے اور مذبوحات کی سیر اُسکے پسند ہے -
بسمل سے مراد یہاں گل ہے نہ بسمل حقیقی کیونکہ مصرع اول مین سیر گل کہا ہے
بخون غلتیدن بسمل یعنے گل خون مین لوٹ رہا ہے بسمل کیطرح یا یہہ کہ
گل مین بخون غلتیدن بسمل کا انداز ہے - بخون غلتیدن بسمل یعنے بسمل کا خون
مین لوٹنا یا یون کہئے کہ بسمل جو خون مین لوٹتا ہے - یہہ طرز اور یہہ تراکیب
میرزا عبد القادر بیدل کے ہین جو اہل لسان کے پاس ناپسندیدہ اور غیر
مطبوع مین - آیا کی جگہ آمد لکھدیجئے تو سالم شعر فارسی ہو جاتا ہے ع
ہولے سیر گل آئینۂ بے مہری قاتل + کہ انداز بخون غلتیدن بسمل پسند آمد
بے مہری = یعنے ظلم و ستم اور جور و جفا - مہر محبت اور الفت کو کہتے ہین
مہر بمعنیٰ آفتاب بھی آیا ہے مگر یہان یہہ معنے مقصود و مطلوب نہین ہین
بے فارسی مین واسطے نفی کے آتا ہے - بے مہری یعنے بے الفتی و بے محبتی
انداز = یعنے طور اور طریقہ - یہہ فارسی زبان کا لفظ ہے اور اردو مین
بمعنیٰ ناز و ادا بھی مستعمل ہوتا ہے کہ = کاف تعلیل کا ہے جو بے مہری کی
علت اور بے مہری کا سبب بیان کرتا ہے - کیونکہ سیر گل مین بخون غلتیدن
بسمل کا تماشا نظر آتا ہے -

دہر مین نقش وفا وجہ تسلی نہوا	ہی یہ وہ لفظ کہ شرمندۂ معنی نہوا

یعنے معشوق اپنی بیوفائی سے شرمندہ نہین ہوتے اور اسلئے معشوقانِ دنیا محبوبانِ ماہ سیماکی وفاداری بے معنی بات ہے۔ مطلب یہہ کہ معشوقون سے وفاکی امید نرکہنی چاہیے کیونکہ معشوق بیوفا ہوا کرتے ہین **نقشِ وفا** یعنے نقشِ وفا معشوقون کا وجہ **تسلی** = باعث تسلی عاشقون کا۔ شرمندہ وہی شخص نہوگا جو بے حیا ہوگا لہذا لفظ کی شرمندگی یہہ ہے کہ بے معنی ہو۔ معشوق جو وفا کا وعدہ کرتے ہین اُس سے عاشقون کی کچھہ تسلی تو ہو جاتی ہے مگر انجام کچھہ نہین لہذا نقشِ وفا کو غیر متسلی اور تسلی نہین دینےوالا قرار دیا ہے **دہر** = بالفتح زمانہ وعصر **نقشِ وفا** = یعنے لیاقت وفا۔ صورت وفا واستقرار علم وفا۔ **تسلی** = یعنے دلخوشی اور خوش عیشی۔ **لفظ** = جو بولی آدمی کے منہ سے نکلتی ہے اُسکو لفظ کہتے ہین خواہ وہ بے معنی ہو یا با معنی مگر یہان لفظ بے معنی مراد ہے کیونکہ شرمندہ معنی نہوا کہتا ہے۔ یہہ اسکا مشار الیہ وفا ہے

سبزۂ خط سے ترا کاکل سرکش نہ دبا	یہہ زمرد بھی حریفِ دمِ افعی نہوا

یہہ زمرد = یعنے سبزۂ خط۔ زمرد سبز رنگ ہوتا ہے اور سبزۂ خط بھی مائل بسبزی ہوتا ہے لہذا سبزۂ خط کو زمرد قرار دیا ہے۔ **خط** مجازاً سبزۂ نو رستہ کو بھی کہتے ہین جو رخسار کے اطراف ظاہر ہوتا ہے اور پشت لب سے شروع ہوتا ہے اور اُسکی تشبیہ سبزہ کے ساتھہ دیجاتی ہے **حریف** یعنے مقابل اور یہہ مجازی معنے ہین۔ حقیقت مین شخص ہم پیشہ کو حریف

کہتے ہین - اور یہان مجازی معنے مقصود ہین دم افعی = یعنے افعی کی سانس - یہان افعی سے مراد کاکل ہے کیونکہ کاکل کو افعی کے ساتہہ تشبیہ دیتے ہین - کاکل بمعنی زلف بہی آیا ہے اور حقیقت مین جو بال پشت سر کی جانب مین ہوتے ہین اُن کو کاکل کہتے ہین مگر اس شعر مین کاکل کے معنے زلف کے ہین - افعی = سانپون کی قسمون مین سے ایک قسم ہے جو نہایت زہرناک ہوتی ہے - دُبنا = مغلوب ہونا - زیر ہونا اور یہہ مجازی معنے ہین - سبزۂ خط کی دلکشی اور دلچسپی مشہور ہے کیونکہ جو سبزۂ خط آغاز ہوتا ہے وہ بہت خوشنما ہوتا ہے چنانچہ میرزا صائب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین ؎ یاقوت آبدار تو آورد عاقبت * خطے بروے کار کہ ریحان بگرد رفت * اور اسیری کہتا ہے ؎ چون سبزہ دمیدہ شد بہ بستانِ رخت * بشگفت بنفشہ در گلستانِ رخت اور کسی کا اردو شعر ہے ؎ کیون نہ دل شیفتہ ہوتا مرا اس گلرو پر حسن کا جوش بہی تہا سبزہ کا آغاز بہی تہا - اب شاعر کہتا ہے کہ اے معشوق تیرا کاکل سرکش اسقدر خوشنما ہے کہ اُسکی خوشنمائی سبزۂ خط کی خوشنمائی سے بہتر ہے - ہم سمجہتے تہے کہ سبزۂ خط کے سامنے تیرا کاکل سرکش دب جائیگا اور خط کی دلکشی کاکل کو بے رونق کر دیگی مگر ایسا نہوا اور تیرا کاکل ہمیشہ کیطرح سرکش بنا رہا اور سبزۂ خط تیرے کاکل کا مقابل ہو نسکا - درحقیقت یہہ شعر کاکل کی تعریف مین کہا ہے اور کاکل کو سبزۂ خط سے زیادہ تر خوشنما قرار دیا ہے -

مین نے چاہا تھا کہ اندوہ وفا سے چھوٹون	وہ ستمگر مرے مرنے پہ بھی راضی نہوا

اندوہ = یعنے غم والم - وفا یعنے وعدہ بجالانا اور دوستی انجام کو پہونچانی اور کسی بات کے وعدہ کو پورا کرنا - کہتا ہے کہ میرا معشوق ایسا ظالم ہے کہ میرے مرنے پر بھی راضی نہوا کیونکہ مرجانے مین اندوہ وفا سے رہائی ہوجاتی مگر اُس نے میری رہائی نچاہی - یہ بسبب ظلم وستمگری کے تھہ شاعرانہ مضمون ہے اور شعر صاف ہے -

دل گذرگاہ خیال مے و ساغر ہی سہی	گر نفس جادۂ سر منزل تقوی نہوا

نفس = دو زبر سے - اس لفظ کے معنے دم اور سانس کے ہین - یہہ لفظ مذکر ہے جیسا کہ مرزا نے یہان استعمال کیا ہے مگر میرے خیال مین یہہ لفظ مونث باندہا جائے تو بہتر ہے - نفس کو جادہ اور راستہ کے ساتھہ تشبیہ دیتے ہین اور وجہ شبہ نفس کی آمد ورفت اور درازی ہے کیونکہ نفس دراز شے ہوتی ہے اور نفس مین جو آمد ورفت ہے وہ ظاہر ہے - گر = مخفف اگر کا ہے مگر اب اردو مین متروک ہے - جادہ = رستہ - سر منزل = سر اس موقع پر زائد آیا ہے - سر منزل یعنے منزل - تقوی - پرہیزگاری و خداترسی - گذرگاہ = گذر کی جگہ ہی = زائد نہین آتا بلکہ حصر وانحصار کے لئے آتا ہے - اس شعر مین دوسرا مصرع شرط اور پہلا مصرع اُسکی جزا ہے اگرچہ قاعدہ نحو کے لحاظ سے

شرط اول آنا چاہیے اور جزا اُسکے بعد مگر جزا کی تقدیم شرط پر اشعار مین جائز ہے - یہہ شعر صاف اور عمدہ اور فلسفیانہ ہے یعنے اگر ہمارا دم اور ہماری سانس منزل تقوی کا راستہ نہ بنی تو خیر نہی ہمارا دل بیکار نرہے بلکہ خیال شراب و جام کی گذرگاہ ہو جاے یعنے ہمارے نفس کو ذکر الٰہی اور تسبیح و تہلیل نصیب نہوسے تو نہی - ہمارا دل شراب کے خیال مین مصروف و مشغول رہے اور ہم شراب نوشی کیا کرین مطلب یہہ کہ بیکاری بری چیز ہے اگر آدمی کو خیر نصیب نہو تو شر ہی مین مبتلا رہے مگر بیکار نرہے ؎ دل گذرگاہ خیال مے و ساغر باید + گر نفس جادہ سر منزل تقوی نشود ذرا سے تغیر مین سالم شعر فارسی بنگیا - حضرت قبلگاہی مولانا والد مرحوم و مغفور نے اس شعر کی شرح مین جو باریک کی قید لگائی ہے درحقیقت نہایت عمدہ اور بامزہ و پر لطف ہے اور اُسکو اعلیٰ درجہ کا شاعر سمجھہ سکتا ہے یہان باریک بڑے کام کا لفظ ہے کیونکہ جادہ نفس کی صفت باریک ہوسکتی ہے -

ہون ترے وعدہ نکرنے مین بھی راضی کہ کبھی	گوش منت کش گلبانگ تسلی نہوا

کہ = کاف تعلیل کا ہے اور اسکے معنے کیونکہ ہین - کہ کبھی دوسرے مصرع کے متعلق ہے جو پہلے مصرع مین آگیا ہے اگرچہ فارسی مین بھی استادون کے کلام مین کہین کہین اسطرح آیا ہے مگر حقیقت مین رکیک ہے لہذا مستحسن الترک ہے کیونکہ جو ٹکڑا مصرع ثانی کے متعلق ہے اُسکو مصرع اول مین داخل کرنا ضرور نہ

وزن یا عجز طبیعت کی دلیل ہے۔ **منت کش** = احسان اٹھانے والا **گلبانگ** = مجازاً آواز کے معنون مین آتا ہے اور حقیقت مین غنچون کے چٹخنے کی آواز کو جو شاعرون کے پاس ایک فرضی آواز ہے گلبانگ کہتے مین یہہ لفظ مرکب ہے لفظ گل اور بانگ سے **تسلی** = خوشی۔ **گوش** = مذکر ہے مصرع گوش منت کش گلبانگ تسلی نشدہ۔ نشدہ کہنے سے مصرع فارسی ہو گیا۔

کس سے محرومی قسمت کی شکایت کیجے	**ہم نے چاہا تھا کہ مر جائیں سو وہ بھی نہوا**

یعنے اگر ہم مرجاتے تو ہمکو آفتون سے نجات ملجاتی اور اسی واسطے ہم نے ایسی خواہش کی تھی۔ مرزا نے اسی غزل مین کہا ہے ؎ مین نے چاہا تھا کہ اندوہ وفا سے چھوٹون ٭ وہ ستمگر مرے مرنے پہ بھی راضی نہوا ظاہر ہے کہ دونون شعرون کا مطلب ایک ہے اس سے معلوم ہوا کہ غزل مین تکرار معنی معیوب نہین ہے۔

مر گیا صدمۂ یک جنبش لب سے غالب	**ناتوانی سے حریف دم عیسی نہوا**

کہتا ہے کہ مین بسبب ناتوانی کے لب معشوق کی ایک جنبش مین مرگیا اور چونکہ مین لب معشوق کا مارا ہوا تھا لہذا حریف دم عیسی نہوا کیونکہ حریف دم عیسی کا اپنے لئے ننگ و عار سمجھا۔ جب ایسے معشوق زیبا کے کشتہ و مقتول ہو گئے تو پھر کیا زندہ ہوتے۔ زندہ ہونے کو اپنے لئے ننگ سمجھا کیونکہ لب معشوق نے

مارا ہے عاشقون کو معلوم ہے کہ بعض وقت معشوق اپنے ہونٹون کو ناز و ادا کے ساتھہ کچہہ حرکت دیتے ہین جسکا مطلب صاف سمجھنے مین نہین آتا مگر اُسمین ہوتی کوئی بات ضرور ہے اور اپنے معشوق کی یہہ جنبش عاشقون کو بہت پیاری معلوم ہوتی ہے اور عاشق اپنے خیال مین جوش عشق کیوجہہ اس اشارہ کے سیکڑون معنے تصور کر لیتا ہے۔ **صدمہ** = آسیب اور ایک دفعہ باہم کوٹنا - یہان پہلے معنے یعنے آسیب مراد ہین اور چونکہ ہونٹون کا باہم ملانا کوٹنے کے ساتھہ شابہت رکہتا ہے لہذا لفظ صدمہ سے اس شعر مین صنعت ایہام التناسب پیدا ہوگئی اور یہہ تازہ و جدید لفظ ہی جو اس صنعت مین مستعمل ہوا ہے درحقیقت میرزا صاحب نے نہایت عمدگی اور تازگی کے ساتھہ اس لفظ کو یہان استعمال کیا ہے اور یہہ لفظ اس صنعت مین معمولی لفظ نہین ہے۔ یہان اس لفظ کے دوسرے معنے مقصود نہین ہین مگر جنبش لب کے ساتھہ مناسبت رکہتے ہین۔ **یک جنبش لب سے** = یعنے یک جنبش لب معشوق سے۔ **حریف** = اس لفظ کے حقیقی معنے ہم پیشہ اور شریک اور حرف کنندہ کے ہین اور مجازی معنے ہم صحبت اور ہم نشین کے ہین کیونکہ جو ہم پیشہ ہوگا وہ کبہی نہ کبہی ہم صحبت اور ہم نشین ہوگا۔ **سے** = **سببیہ** ہے ناتوانی سے یعنے بسبب ناتوانی کے **دم عیسی** = عیسی علیہ السلام کی سانس جو مردون کو زندہ کرتی تہی اور یہہ عیسی علیہ السلام کا معجزہ تہا۔ مرگیا اور نہوا کا فاعل غالب ہے۔ یہہ شعر جادہ خیال بندی کا ایک عمدہ نمونہ ہے اس سے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ کلام کے اندر محذوفات کے

ہونے سے متعدد معنے پیدا ہو جاتے ہین اور درحقیقت خیال بندی مین
اکثر یہہ بات ہوتی ہے کہ ضروری الفاظ حذف کر دئے جاتے ہین تاکہ
سامع کشمکش و پیچ مین پڑجائے اور بلا تامل بلکہ خوض و تامل سے بھی
نہ سمجھے کہ قائل کیا کہتا ہے میرزا صاحب نے اس شعر مین لب کا مضاف
الیہ حذف کر دیا ہے لہذا اس شعر کے سننے سے سامع کو بلا تامل یہہ بات
معلوم نہین ہوتی کہ لب سے مراد لب معشوق ہے یا لب عیسی - اب وہ
اطراف و جوانب مین تلاش کرتا ہے اور اپنا خیال چارطرف دوڑاتا ہے
تاکہ مضاف الیہ کو پیدا کرے مگر وہ نہین ملتا لہذا شعر کے مطلب کیطرف
اپنا خیال پھیلایا تو یہہ مضمون ذہن مین آیا کہ حریف دم عیسی ہونے کے
کیا معنے - کیا دم عیسی کوئی خراب چیز ہے جسکا حریف بننا قائل نہین
چاہتا ہے تو فوراً یہہ بات ذہن مین آئی کہ دم عیسی نہایت پاکیزہ و مقدس
اور مردون کو زندہ کرنے والی شئے ہے جب قائل ایسی عمدہ شئے کا حریف
ہونا نہین چاہتا ہے تو معلوم ہوا کہ اس سے بہتر اور عمدہ تر کوئی شئے
قائل کو ملی ہے جسکی وجہ سے اسکو یہہ بے پروائی اور بے اعتنائی ہوئی
ہے اب پھر سامع یہہ سوچنے لگا کہ وہ کیا شئے ہوگی اور اسی سوچ کے
ساتھہ قائل پر نظر ڈالی کہ وہ کس قسم کا آدمی ہے تو معلوم ہوا کہ شاعر ہے
اور شعرا اکثر اپنا ایک فرضی معشوق مقرر کر لیتے ہین اور قائل کو جس چیز کے
ساتھہ عشق ہوتا ہے وہی شئے اسکے پاس عزیز تر اور عمدہ تر ہوتی ہے
لہذا یہان سے یہہ معلوم ہوا کہ لب معشوق مراد ہے نہ لب عیسی کیونکہ معشوق

بہت عزیز ہے۔ اُس کے لئے ایک مقدس شے سے دست بردار ہو رہا ہے

ستایش گر ہے زاہد اسقدر جس باغ رضوان کا	وہ اک گلدستہ ہے ہم بیخودوں کے طاق نسیان کا

ستایش گر = تعریف کرنیوالا۔ ستایش = تعریف و توصیف گر = یہاں اگر کا مخفف نہین ہے بلکہ ایک حرف ہے جو اسم فاعل کے معنے دیتا ہے بیخود = مست و بیہوش باغ رضوان = یعنے جنت۔ اور رضوان جنت کے داروغہ کا نام ہے گلدستہ = چند پہولون کو ایک جگہ جمع کرکے جو ایک دستہ اور مجموعہ بناتے ہین اُسکو گلدستہ کہتے ہین اصل مین یہہ لفظ دستہ گل ہے مگر محاورہ مین بقلب اضافت یعنے گلدستہ بولتے ہین۔ کہتا ہے کہ ہم بے خودون کو اپنی بیخودی مین وہ سیر دکہائی دیتی ہے کہ ہم جنت کو بہول گئے یعنے ہماری بیخودی سیر و تماشے کے لحاظ سے جنت سے بہتر ہے اپنی بیخودی کی توصیف کی ہے کہ ہم اپنی بیخودی مین تمام کائنات کی سیر کرتے ہین بلکہ ہم ذات باری تعالی کو دیکہتے ہین جسکا جمال پاک جنت سے بہتر ہے اور اسی لئے جنت کو بہول گئے یہان بیخودی سے عالم محویت کی بیخودی مراد ہے نہ کہ شراب کی بیخودی۔ جنت طاق نسیان کا گلدستہ ہے۔ یعنے جنت کو ہم بہول گئے اور جنت کو فراموش کر گئے۔ شعر صاف اور نہایت عمدہ ہے مضمون کے لحاظ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا خواجہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے نکلا ہے۔ اگرچہ زبان کا فرق ہے۔

بیان کیا کیجئے بیداد کاوش ہائے مژگان کا	کہ ہر یک قطرۂ خون دانہ ہے تسبیح مرجان کا

یعنے عشق یار مین یا دیدار یار کی تمنا مین میری آنکھون نے جسقدر خون میرے دل و جگر مین تھا اسکو کھینچ کھینچ کر قطرہ قطرہ بہا دیا۔ آنکھون کی بیداد سے اب میرے دل و جگر مین کچھہ لہو باقی نہ رہا کیونکہ آنکھون سے ایک ایک قطرہ کو دانہ تسبیح مرجان کیطرح حساب و شمار کرکے بہا دیا۔ ظاہر ہے کہ دانہ ہائے تسبیح کا حساب و شمار رکھا جاتا ہے۔ قطرۂ خون اور دانۂ تسبیح مرجان مین تشبیہ تامہ ہے **کاوش** = کاویدن کا حاصل بالمصدر ہے بیان کیا کیجئے یعنے ہم بیان نہین کرسکتے یعنے بیان کے قابل نہین کیا = یہان نفی کیواسطے آیا ہے۔

کیا آئینہ خانہ کا وہ نقشہ تیرے جلوہ نے	کرے جو پرتو خورشید عالم شبنمستان کا

یعنے تیرے صفائے حسن کے مقابلے مین آئینہ خانہ غیر محسوس اور ناپیدا ہوگیا جیسے آفتاب نکلتا ہے تو شبنم غائب ہو جاتی ہے۔ **نقشہ** = یعنے حال اور شکل۔ **پرتو** = عکس اور چھاؤن۔ **عالم** = نقشہ اور حال۔

مری تعمیر مین مضمر ہے اک صورت خرابی کی	ہیولیٰ برق خرمن کا ہے خون گرم دہقان کا

تعمیر = عمارت بنانا اور آباد کرنا۔ مگر یہان فقط بنانے کے معنے لئے ہین جسکو فارسی مین ساختن کہتے ہین **مضمر** = پہلے میم کو پیش اور دوسرے

مہم کو زبر ہے اور ضو اد اور رے ساکن ہین۔ اس لفظ کے معنے پوشیدہ
اور مخفی کے ہین۔ خرابی۔ یعنے ویرانی اور تباہی و بربادی ہیولی
اس لفظ کے متعدد معنے ہین جیسا کہ لغات اور ڈکشنریون مین لکھا ہی
کہ ہر ایک چیز کی اصل اور ہر ایک چیز کی ماہیت اور ہر ایک چیز کے مادے
کو ہیولی کہتے ہین۔ اور حکما نے اپنی اصطلاح مین اس لفظ کی یہہ تعریف
کی ہے کہ ہیولی اُس جوہر کو کہتے ہین جو صورت جسمانی کا محل اور حلول
گاہ ہوتا ہے اور جوہر اول کو بھی ہیولی کہتے ہین اسیطرح صوفیہ
کی اصطلاح مین اس کے معنے کچھہ اور ہین یعنے روح اعظم اور طبیعت
کل کو ہیولی کہتے ہین الغرض اس لفظ کے ان معنون کے سواے اور بہی
کئی معنے ہین جنکو مین نے یہان بخوف طوالت ترک کیا اور میرزا غالب
مرحوم کے اس شعر مین لفظ ہیولی کے وہی معنے ہین جو حضرت قبلگاہی
مولانا والہ مرحوم نے وثوق صراحت مین لکھے ہین یعنے
مادہ۔ اور مادہ کے معنے اصلیت و مواد کے معنے ہین۔ برق خرمن
باضافت۔ انبار غلہ کی بجلی۔ یعنے وہ برق جو خرمن پر گرے اور اسکو
جلادے۔ خرمن = بالکسر انبار غلہ۔ تودۂ غلہ۔ اناج کا ڈھیر۔
دہقان = کسان۔ مزارع۔ کھیتی کرنیوالا۔ خون گرم = باضافت
تپاک و جوشش دلی اور الفت و محبت کو کہتے ہین اور مجازاً بمعنی سعی
و کوشش آتا ہے۔ یہہ شعر معناً صاف ہے مگر اسمین الفاظ کچھہ دقیق
ہین اسی لئے مین نے پہلے لفظون کے معنے لکھدئے۔ شاعر سخن شناس

جاتا ہے کہ یہہ شان غزل کی نہین ہے بلکہ قصیدہ کا انداز ہے کیونکہ دقیق
اور مشکل الفاظ غزل مین خوشنما نہین معلوم ہوتے بلکہ قصیدہ مین نہایت
زیب دیتے ہین میری راے مین جس قصیدہ مین شکوہ لفظی نہو وہ قصیدہ ہی
نہین ہے غزل مین ایسے دقیق لفظون کا استعمال کرنا کچھہ اچھا نہین معلوم
ہوتا مگر بعض لوگون کا مذاق ہی ایسا ہوتا ہے جو علاج پذیر نہین -
میرزا صاحب اس شعر مین اپنی بدبختی اور بدنصیبی کو ظاہر کرتے ہین اور
کہتے ہین کہ لوگ جو کوشش اور سعی میری صلاح و فلاح کے واسطے
کرتے ہین وہ کوشش میرے لئے عین تباہی و بربادی کا باعث ہوجاتی
ہے کیونکہ مین اصلیت و ماہیت کے لحاظ سے خرابی اور ویرانی کی شکل
و صورت ہون اور میرے محسن کی سعی و سفارش میرے لئے ہی مضر نہین ہے
بلکہ میرے محسن کو بھی نقصان پہونچاتی ہے کیونکہ خرمن کے جلجانے
سے دہقان کا نقصان ہوتا ہے - اس شعر مین اپنے محسن و مربی کی
تشبیہ دہقان کے ساتھہ دی ہے - خونِ گرم دہقان کا یعنے کسان کی
سعی و کوشش ہیولی برق خرمن کا ہے یعنے برق خرمن کا مادہ ہے
یعنے اُسکی کوشش خرمن کو جلادیتی ہے - مگر میرے آباد کرنے مین
ایک شکل و صورت خرابی اور ویرانی کی پوشیدہ ہے یعنے مین آباد
نہین ہوسکتا ہون کیونکہ دراصل اور درپردہ مین ویرانی اور خرابی کی شکل ہون
لہذا جو کوئی میرا محسن و مربی بنتا ہے وہ خود نقصان اُٹھاتا ہے اور
میرے امیدون کا ڈھیر خاک ورا کھ ہوجاتا ہے - تعمیر اور خرابی

صنعت تضاد ہے۔

اُگا ہی گھر مین ہر سو سبزہ ویرانی تماشا کر	مدار اب کھودنے پر گھاس کے ہے میرے دربان کا

ویرانی = منادیٰ۔ اے حرف ندا محذوف ہے یعنے اے ویرانی۔ تماشا کر = دیکھہ۔ تماشا کرنا یعنے دیکھنا۔ یہہ فارسی محاورے یعنے تماشا کردن کا ترجمہ ہے۔ ویرانی تماشا کر یعنے اے ویرانی دیکھہ۔ ہر سو = ہر طرف۔ سارے جوانب مین۔ کل اطراف مین۔ یعنے میرا گھر ویران ہوگیا ہے اور اُس کے دروازے اور دیوارین گر گئین ہین اور اُس کے ہر ایک جانب مین سبزہ اُگا ہوا ہے جیسا ویران اور افتادہ مکانون مین ہوتا ہے۔ اے ویرانی اس حالت کو دیکھہ۔ دوسرے مصرع مین سبزے کی کثرت کا بیان ہے یعنے سبزہ اسقدر اُگا ہوا ہے کہ میرے گھر کا دربان اُسکو کھود کر بیچتا ہے اور اُسکی قیمت پر اپنی زندگی بسر کرتا ہے دربان کو تنخواہ دیجاتی ہے۔ اب میرے دربان کی یہی تنخواہ ہے کہ میرے خانۂ ویران کی گھاس بیچکر اُسکی قیمت لیتا ہے

خموشی مین نہان خون گشتہ لاکھون آرزوئین ہین	چراغ مردہ ہون مین بے زبان گور غریبان کا

اگرچہ مین خاموش ہون اور زبان سے کچھہ نہین کہتا مگر میرے دل مین لاکھون آرزوئین خون شدہ موجود ہین۔ غریبان = غریب کی جمع ہے اور غریب اُس شخص کو کہتے ہین جو اپنے وطن مین نہو۔ گور غریبان یعنے اُن لوگونکی قبر جو پردیس مین مرے ہین ظاہر ہے کہ جو شخص پردیس مین مرا ہے

اُسکا کوئی پرسان و جویان نہین ہوتا کیونکہ شخص غریب الدیار کو کوئی جانتا اور پہچانتا نہین - جب غریب الدیار کی ایسی حالت ہوتی ہے تو پھر اُسکی قبر پر چراغ کون جلاتا ہے - کیونکہ قبر پر چراغ روشن کرنا اہل بدعت کے پاس اعزاز و امتیاز کی بات ہے - لہذا دوسرے مصرع کے مجازاً یہہ معنے ہین کہ میرے احوال اور میرے آرزو نکا کوئی پرسان و جویان نہین ہے -

ہنوز اک پرتو نقش خیال یار باقی ہے	دل افسردہ گویا حجرہ ہے یوسف کے زندانکا

یعنے جمالِ یار کے تصور سے میرا دل اسطرح نورانی اور منور ہے جسطرح حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال سے قید خانے کا حجرہ منور تھا - مگر = ظاہر ہے کہ زندانِ یوسف کا حجرہ یوسف علیہ السلام کے فروغ حسن و جمال کیوجہ سے نورانی اور منور تھا اب شاعر کہتا ہے کہ ہمارے دل افسردہ مین ایک ذرا سا خیال جو ہمارے معشوق کا ہے تو اُسکی وجہ سے ہمارا دل بھی حجرۂ یوسف علیہ السلام کیطرح منور اور نورانی ہے - اس شعر مین مضمون کی نزاکت یہہ ہے کہ اپنے معشوق کے حسن و جمال کو حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال سے بہتر قرار دیا ہے دل افسردہ مشبہ اور حجرۂ یوسف علیہ السلام مشبہ بہ اور منور ہونا وجہ شبہ ہے - **پرتو** = عکس روشنی - چھاؤن **نقش** = صورت **افسردہ** = غمگین - کملایا ہوا - غمگین اس کے مجازی معنے ہین اور یہان مجازی معنے

مراد ہین یہہ اسم مفعول ہے اور اسم مفعول بمعنی اسم صفت آتا ہے۔ دل افسردہ یعنے ہمارا دل افسردہ۔ ہمارا محذوف ہے۔ گویا = حرف تشبیہ ہے۔ درحقیقت لاجواب شعر کہا ہے۔

بغل مین غیر کی آج آپ سوتے ہین کہین ورنہ	سبب کیا خواب مین آکر تبسم ہاے پنہان کا

معشوق کو رقیب کے ساتھہ جو وصل ہوگا تو عاشق کی آزردگی کا باعث ہوگا اور معشوق کا یہہ کام ہے کہ اپنے عاشق کو ستاوے اور رنج دیوے اور اسی غرض سے کہ عاشق کو رنج پہونچے غیر کی بغل مین سورہا ہے اور عاشق کو ستانیکے لئے اُسکے خواب مین آکر ہنستا ہے جس تبسم کی خیالی اور وہمی یہہ تعبیر ہے کہ ہم نے غیر کو اپنے وصال سے کامیاب کیا ہے یعنے معشوق جو خواب مین آکر مسکراتا ہے تو عاشق بدگمانی کی راہ سے یہہ سمجھتا ہے کہ غیر کو وصال معشوق حاصل ہوا ہے اور اسیواسطے معشوق مسکراتا ہے کہ دیکھو تمکو ہم نے اپنے وصال سے محروم رکھا اور غیر کو کامیاب کردیا لہذا عاشق اور زیادہ غم کھاتا ہے کیونکہ عاشقی مین وہم اور بدگمانی اور جنون بہت ملے ہوے ہوتے ہین تبسم = حقیقت مین مسکرانیکو کہتے ہین اور ہنسنے کے معنون مین بھی مستعمل ہوتا ہے پنہان تبسم کے صفات مین آتا ہے اور تبسم پنہان ایسے تبسم کو کہتے ہین جسکو سواے عاشق کے دوسرے لوگ دیکھہ نہ سکین یعنے معشوق اسطرح چھپکر یا دوپٹہ کا دامن وغیرہ آڑ کرکے مسکراے کہ صرف عاشق اُسکو دیکھے اور دوسرا شخص دیکھنے نپاوے اور معشوق

ایسا تبسم اُسی وقت کرتا ہے جبکہ خود بھی اپنے عاشق پر مائل ہو۔

نہین معلوم کس کس کا لہو پانی ہوا ہوگا	قیامت ہے سرشک آلودہ ہونا تیری مژگان کا

سرشک = اشک اور آنسو کو کہتے ہین اصل مین سرِ اشک ہے از قبیل سرچشمہ و سرِ پنجہ کے۔ **قیامت ہے** = یعنے بڑا کام ہے۔ بڑی بات ہے کارِ بزرگ و مہم عظیم ہے۔ یہہ چہ قیامت است کا ترجمہ ہے اور فارسی والے چہ قیامت است نہایت آفت خیز کے معنون پر بولتے ہین مژگان کا سرشک آلودہ ہونا کنایہ ہے رونے سے۔ کہتا ہے کہ اے معشوق تو جو روتا ہے یہہ ایک بہت بڑی بات ہے اور یہہ ایک آفت خیز معاملہ ہے۔ نہین معلوم تونے کون کونسے عاشقانِ وفادار کا قتل کردیا ہے کہ جسکی وجہ سے اب پچتاتا ہے اور روتا ہے کہ کیون قتل کردیا اُن کے وجود سے تو میری شہرت اور ناموری اور بھلائی تھی۔ حاصل یہہ کہ معشوق اپنے عاشقان صادق کے مقتول ہو جانے پر روتا ہے۔ **کس کس کا** یعنے کون کونسے عاشقان صادق کا۔

پانی ہونا = یعنے بہنا کیونکہ پانی ایک سیال اور بہنے والا عنصر ہے لہٰذا پانی ہونیکے مجازی معنے بہنے اور روان ہونے اور جاری ہونے کے ہین۔

نظر مین ہے ہماری جادۂ راہِ فنا غالب	کہ یہہ شیرازہ ہے عالم کے اجزائے پریشان کا

یعنے اے غالب ہماری نظرمین جادۂ راہ فنا ہے کیونکہ جادۂ راہِ فنا عالم کے
اجزاے پریشان کا شیرازہ ہے۔ یہہ کا مشار الیہ جادۂ راہ فنا ہے نہ نظر
عالم یعنے دنیا کو کتاب قرار دیا ہے۔ جادہ کے معنے راستہ کے ہین
پھر جادۂ راہ فنا اضافت در اضافت محل تامل ہے شاید
ضرورت وزن کے لحاظ سے اسطرح کہا ہے اب بعض لوگ
اسکی تقلید کرکے قالب تن بیجان وغیرہ کہا کرتے ہین اہل
لسان کے کلام مین اسطرح دیکھنے مین نہین آیا۔ دنیا کے
جو پریشان اجزا ہین یعنے خواہشات نفسانی اور شہوات
بہیمی یہہ سب موت کا خیال باندہنے سے فنا ہو جاتے ہین
اور اسیواسطے یہہ مضمون حدیث شریف مین آیا ہے کہ موت کا
ذکر ہادم لذات ہے یعنے خواہشات نفسانی اور طمع دنیوی
کیوجہ سے آدمی پریشان خاطر رہتا ہے مگر جب موت کو
یاد کرے اور انجام کو دیکھے اور خاتمہ پر نظر ڈالے تو دلکو
کچھہ جمعیت حاصل ہو جاتی ہے۔

نہو یک بیابان ماندگی سے ذوق کم میرا	حباب موجۂ رفتار ہے نقش قدم میرا

دوسرے مصرع کے یہہ معنے ہین کہ میرا نقش قدم بھی میرے ساتھہ ساتھہ
چلا آتا ہے جسطرح موج کے ساتھہ موج کے بلبلے چلے آتے ہین
اور حباب موجہ سے یہہ معنے نکلتے ہین۔ شعر کا مطلب یہہ ہے کہ میرا

ذوقِ صحرا گردی کبھی کم نہو گا۔ مولانا **ذوق** رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین

شعر وہ ہون مین رہ نوردِ شوق میرے ساتھ جاتا ہے ✤ بہ رنگ سایۂ مرغ ہوا نقشِ قدم میرا ✤ اور اس ہیچمیرز کا **شعر** ہے **شعر** یہہ شوقِ قطع راہ ہے مجکو کہ دشت مین ✤ مجھہ سے بھی گرم تر مرا نقشِ قدم ہوا ✤

ان تینون اشعار کا مضمون ایک ہے مگر پیرایہ جُدا جُدا ہے اور مضمون یہہ ہے کہ ہمکو ذوقِ دشت نوردی و شوقِ صحرا گردی بیحد و بے انتہا ہے اور میری رائے مین **ذوق** علیہ الرحمۃ کا شعر سب سے بہتر ہے کیونکہ ندرتِ تشبیہ کے علاوہ قریب الفہم ہے۔ مرزا غالب نے یہہ مضمون نقشِ قدم کے متعلق کہا ہے اور درحقیقت حبابِ موجۂ رفتار کی تشبیہ تازہ و جدید ہے مگر بعید الفہم ہے اور جو دلچسپی ذوق کی تشبیہ مین ہے وہ اس تشبیہ مین نہین ہے مگر تاہم عمدہ تشبیہ ہے **ماندگی** = تھکاوٹ۔ تکان۔ **یک بیابان** = کثرت اور افراط کے موقع پر بولتے ہین اور اسکے معنے کثیر اور بے انتہا اور نہایت کے ہین۔ **موجہ** = موج اور موجہ مترادف ہین یعنے جو معنے موج کے ہین وہی معنے موجہ کے ہین۔ موجہ مزید علیہ ہے موج کا اور موجہ کی ہ زائد ہے۔

گر موج بوئے گل سے ناک مین آتا ہو دم میرا	مجھ تک کب انکی بزم مین آتا تھا دورِ جام

یعنے اب بوئے گل میرے موافقِ مزاج و سازگارِ طبیعت نہین ہے **بے دماغی** = یعنے بے پروائی و اعراض و انکار۔ بوئے گل کو موج کے ساتھ تشبیہ دیتے ہین

اور ہر ایک بو کو موج کے ساتھ تشبیہ دے سکتے ہین مگر بو کی افراط وطغیانی وکثرت شرط ہے اگر افراط بو کی نہو تو اسکو موج کے ساتھ تشبیہ نہین دے سکتے۔ اس شعر کے مضمون سے بوے فراق آتی ہے اور فراقیہ مضمون معلوم ہوتا ہے۔ کہ = کاف بیانیہ ہے جو بے دماغی کا حال بیان کرنیکے لئے آیا ہے چمن سے = یعنے چمن کے ساتھ۔ یہہ سے معیت کے معنے دیتا ہے۔ موج بوے گل سے یعنے بسبب موج بوے گل کے۔ یہہ سے سببیہ اور علت بیان کرتا ہے۔ شعر نہایت عمدہ اور صاف ہے۔

عبادت برق کی کرتا ہون اور افسوس حاصل کا		سراپا رہن عشق و ناگزیر الفت ہستی

خواجہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین ؎ ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ٭ ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما۔ اور میر حسن دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین ؎ در عاشقی بمیر حسن تا شوی تمام ٭ نشنیدۂ ہر آنکہ بمیرد تمام شد۔ ان ابیات کا حاصل یہہ ہے کہ عشق وعاشقی مین جو شخص مر جاتا ہے وہ زندگی دوام پاتا ہے کیونکہ جو شخص عاشق پاک ہوکر مریگا وہ شہید کا درجہ پایگا جیسا کہ حدیث شریف مین آیا ہے مَنْ عَشِقَ وَعَفَّ وَمَاتَ فَمَاتَ شَهِيدًا اب میرزا غالب یہہ فرماتے ہین کہ مین سراپا رہن عشق ہون لہذا مجھکو حیات جاوید وزندگی دوام حاصل ہوئی ہے اور اس حیات جاوید کے حاصل کرنے مین مین مجبور

ومعدوم ہون کیونکہ سراپا مرہون عشق ہون اور عشق و عاشقی پاک کا یہہ نتیجہ ہے کہ حیات جاوید حاصل ہوجائے مگر مین نے جو عشق و عاشقی کی تہی تو اُسکی غرض اور غایت یہہ تہی کہ مین فنا کا طالب تہا اور معدوم ہونا چاہتا تہا کیونکہ عشق کو مہلک اور جان ستان اور فنا کنندہ جانتا تہا مگر میرے عندیہ کے برخلاف مجکو ہستی حاصل ہوی اور ناگزیر ہستی کی محبت والفت میرے دامنگیر ہوی لہذا میرزا صاحب دوسرے مصرع مین تعجب و تحیر کرتے ہین اور کہتے ہین کہ عشق جو برق کے مانند ہے اسکی عبادت محض سوختہ و فنا ہونے کے لئے کرتا تھا مگر مجکو فنا کے عوض مین بقا حاصل ہوا تو اس حاصل پر جو میری مرضی اور میری خواہش کے برخلاف ہے افسوس کرتا ہون کیونکہ مقتضاے عالم زندگانی افسوس ہے۔ المختصر یہہ کہ ہم نے عاشقی کرکے حیاتِ جاوید حاصل کیا جو ہم کو ناگوار اور ناپسند ہے۔ کیونکہ ہم تو فنا کے طالب تھے۔ اس شعر مین تعقید معنوی بہت کچھ ہے اور یہہ شعر جادۂ خیال بندی کا عمدہ نمونہ ہے۔ کیونکہ ایک صاف مضمون کو کسقدر پیچیدہ بنا کر لکہا ہے۔ پہلا مصرع پورا فارسی ہے مصرع سراپا رہن عشق و ناگزیر الفتِ ہستی۔

بقدرِ ظرف ہے ساقی خمارِ تشنہ کامی بھی	جو تو دریاے مے ہے تو مین خمیازہ ہون ساحل کا

ظرف = یعنے حوصلہ و استعداد و لیاقت۔ خمیازہ = انگڑائی۔ شاعر نے اس شعر مین ساقی کو دریا سے اور اپنی ذات کو ساحل سے تشبیہ دی ہے

بقدر = باندازہ - بمقدار تشنہ کامی تشنگی اور پیاس - خمار = اعضا شکنی و درد سر وغیرہ خراب حالت جو شراب کا نشہ اتر جانے کے بعد پیدا ہوتی ہے - ساقی = منادی یعنے اے ساقی - کہتا ہے کہ جسقدر ساقی کے پاس شراب ہے اسیقدر مین تشنہ اور پیاسا ہون یعنے ساقی سے مجکو کوئی فایدہ اور فیض حاصل نہین ہے اگر ساقی دریاے شراب ہے تو مین ساحل تشنہ کامی ہون یعنے مجکو ساقی سے کچھہ فایدہ نہین چنانچہ مرزا صائب تبریزی رح فرماتے ہین شعر تہی دستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل ✤ کہ خضر ع از آب حیوان تشنہ می آرد سکندر را - مرزا غالب کہتے ہین کہ میرا بھی ایسا ہی حال ہے - حالانکہ ساقی دریای شراب ہے مگر مین ساحل کیطرح تشنہ کام اور ناکام ہون باوجودیکہ ساقی سے نزدیک ہون مگر فیض یاب نہین ہون اور تشنہ دہن وخشک لب ہون جیسے ساحل کہ دریا سے نزدیک ہے مگر تشنہ اور خشک ورسوکہا ہوا ہے -

جسقدر ساقی فراخ حوصلہ ہے اسیقدر مین محروم القسمت ہون - ظرف یعنے ظرف ساقی ظرف کا مضاف الیہ جو ساقی ہے اسکو قائل نے حذف کردیا ہے تاکہ کلام مین وقت اور اشکال پیدا ہو - یہان یہہ بات معلوم کرنا ضرور ہے کہ ظرف کس کا طرز بیان سے ظاہر ہے کہ یہان ساقی کا ظرف مراد ہے - اس شعر مین ایک پہلو یہہ ہے کہ ساقی سے طلب شراب پائی جاتی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شخص خمار زدہ ساقی سے شراب طلب کرتا ہی اور شراب مانگتا ہے - جیسے کوئی غریب آدمی کسی امیر سے کہے کہ آپ امیر ہین

تو مین فقیر ہون اس جملہ مین کنایۃً ایک گونہ طلب مال اور سوال پایا جاتا ہے
- اگرچہ صراحت نہین ہے

محرم نہین ہے تو ہی نواہاے راز کا	یان ورنہ جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا

یان = یعنے دنیا مین یا محفلِ سماع یا بزمِ نشاط مین - **محرم** = رازدار - واقف کار
اور یہہ مجازی معنے ہین - بعض گروہ صوفیہ کے پاس سماع جائز ہے اور یہہ
سمجھتے ہین کہ اسکے ذریعہ سے تقرب الی اللہ حاصل ہو سکتا ہے - تو معلوم ہوا کہ
اس شعر مین مخاطب علماے ظاہرین یا وہ لوگ مخاطب ہین جو سماع کے
مخالف ہین - شاعر کہتا ہے کہ اے مخالف سماع تو نواہاے راز کا رازدار اور
واقف کار نہین ہے اگر تجکو وقوف ہوتا تو تو ہر ایک حجاب کو پردہ ساز تصور کرتا -
یعنے سماع کی مخالفت عدم وقوف کی وجہ سے ہے - ساز مین پردے ہوتے
ہین لہذا حجاب کا لفظ ساز کے ساتھہ مناسبت رکہتا ہے - **نوا** = یعنے نغمہ
اور موسیقی کے مقامون سے ایک مقام کا نام ہے لہذا یہہ لفظ بہی ساز کے
ساتھہ مناسبت رکہتا ہے - **حجاب** = پردہ

رنگِ شکستہ صبحِ بہارِ نظارہ ہے	یہہ وقت ہے شگفتنِ گلہاے ناز کا

ناز = سواے معنی مشہور کے سرو کے اقسام مین سے ایک قسم ہے اور اسکو
ناز اسواسطے کہتے ہین کہ شمائل نہین ہوتا - یہہ بات معلوم ہے کہ سرو کو پہول
اور پہل نہین ہوتے یہان شاعر نے یہہ مضمون اخذ کیا ہے کہ ہم عاشقون کا

گلستان اور ہم عاشقون کی صبح بہار ہمارا ہی رنگ شکستہ ہے اور کچھہ نہین - جیسے سرو ناز کو پہول اور پہل نہین ہوتے اسیطرح ہماری صبح بہار نظارہ کو پہول اور پہل نہین ہوتے بلکہ یہان صبح بہار ہی نہین ہے صرف ہمارے ہی رنگ شکستہ کا نظارہ ہے - یہان باغ کہان اور یہان بہار کہان - یہان سرو ناز کے پہول کہل رہے ہین ظاہر ہے کہ سرو کو پہول نہین ہوتے اس سے یہہ بات نکالی کہ ہمکو بہار اور باغ نہین ہے بلکہ ہم شکستہ خاطر اور شکستہ رنگ ہین شوکت بخارائی کا شعر ہے ؎ ز جوش گریہ ما گاہوارہ بیتاب است بیاض دیدۂ آہوست شیر دایۂ ما * جو علما اور زاد با شوکت کی طرز خیال بندی سے ناآشنا اور ناواقف تھے اُنہون نے شوکت کے اس شعر پر یہہ اعتراض کیا تہا کہ ہرن کی آنکہہ مین سفیدی نہین ہوتی اور بعض صاحبون نے ارشاد فرمایا تہا کہ شاید ایران کے ہرنون کی آنکہہ مین سفیدی ہوتی ہوگی غرض خیال بندی نے بہت سے لایق لوگون کو بھٹکا دیا اور یہہ بات ذہن مین نہ آئی کہ قائل کا عین مقصود یہی ہے کہ ہرن کی آنکہہ مین سفیدی نہین ہوتی ہے اور اسیواسطے یہہ کہا ہے کہ ہماری دایہ کا دودہ چشم آہو کی سفیدی ہے چونکہ ہرن کی آنکہہ مین سفیدی نہین ہوتی لہذا اُس سے یہہ استعارہ کیا کہ دودہ نہین ہے - مرزا غالب مرحوم چونکہ شوکت کے مقلد تھے لہذا انہون نے شوکت کی اسی ترکیب سے یہہ ترکیب نکالی ہے اور درحقیقت مرزا کا یہہ شعر اپنے رنگ مین لاجواب ہے اور مرزا کی عالی دماغی اور نازک خیالی کا عمدہ ثبوت دے رہا ہے - خیال بندی ہے

عمدہ چیز مگر اُسیوقت جب اُسکے اصول اور قواعد مقرر ہو جائین - مرزا غالب کے
اس شعر کے معنے جو مین نے بیان کئے ہین اُن کے سوائے کوئی دوسرے
معنے مربوط اور چسپان نہین ہوتے - شوکت بخارائی کا ایک ورشعر
اسی قسم کا ہے وہ کہتا ہے ؎ شنیدہ اند بتان ہمین کلام مرا ٭ نوشتہ
اند بآب عقیق نام مرا - آب عقیق = کوئی سیال چیز نہین ہے جس سے
کچھہ لکھہ سکین - پس آب عقیق یعنے جلای عقیق اور رونق عقیق - لہذا دوسرے
مصرع کا یہہ مطلب ہے کہ بتان ہمین مجکو بھول گئے اور فراموش کر گئے - دیکھئے
خیال بندی اور تازہ تراکیب یہہ ہین جو نہایت لذیذ اور دلچسپ ہوتے ہین
مگر بعض مضمون جادۂ خیال بندی مین بالکل غیب اور بے پتہ ہوجاتے ہین
یہہ اون کے مصنفون کی کم استعدادی کا باعث ہے یا خیال بندی کے
فروع اور اصول مقرر نہونے کا سبب ہے یا یہہ جادہ ہی کچھہ ایسا ہے کہ کہین
بہار اور لطف دیتا ہے اور کہین دردسر اور رنج پہونچاتا ہے اور کہین غائب
از نظر ہو جاتا ہے نظارہ - یعنے دیکھنا - یہہ لفظ تشدید کے ساتھہ ہی
مگر تخفیف کے ساتھہ بھی بولتے ہین - رنگ شکستہ = یعنے رنگ رفتہ - جو
رنگ چہرہ سے اُڑ گیا اُسکو رنگ شکستہ کہتے ہین - شکستہ رنگ کے
صفات مین سے ہے -

تو اور سوے غیر نظرہاے تیز تیز	مین اور دُکھہ تری مژہ ہاے دراز کا

دونون مصرعون مین اور ملازمہ کا ہے یعنے تیرے لئے وہ لازم ہے اور میرے لئے

یہہ لازم ہے یعنے غیر کی طرف تیز تیز نگاہیں کرنا تیرے لئے لازم ہے
اور تیرے مژگانِ دراز کا غم کہانا میرے لئے لازم ہے - مطلب یہہ کہ
معشوق جو غیر کی جانب دیکھتا ہے تو مجکو غم والم ہوتا ہے دکھہ =
رنج واندوہ وغم والم - غیر = رقیب -

صرفہ ہی ضبط آہ میں میرا - وگرنہ میں	طعمہ ہوں ایک ہی نفسِ جانگداز کا

صَرفہ یعنے فایدہ ومنفعت و نفع - طُعمہ = نوالہ ولقمہ نفس = دم اور
سانس - اگر ضبط آہ نکروں تو ایک ہی نفسِ جانگداز کا طعمہ ہوں لہذا ضبط
آہ میں میرا صرفہ ہے -

ہیں بسکہ جوشِ بادہ سے شیشے اوچہل رہے	ہر گوشہ بساط ہے سر شیشہ باز کا

جب شراب تیز اور تند ہوتی ہے تو شیشے شراب کے خود بخود اُچہلتے ہیں اور
ٹوٹ جاتے ہیں جیسے سوڈا واٹر اور لمونیڈ کے شیشے کہ جب سوڈا وغیرہ
تیز اور پر جوش ہوتا ہے تو شیشے خود بخود اُڑتے ہیں اور ٹکڑے ٹکڑے
ہو جاتے ہیں - بساط = یعنے فرش - ازبسکہ جوش بادہ سے شیشے
اوچہل رہے ہیں لہذا بساط کا ہر ایک گوشہ گویا شیشہ باز کا سر ہے -

کاوش کا دل کرے ہے تقاضا ہی ہنوز	ناخن پہ قرض اس گرہِ نیم باز کا

گرہِ نیم باز سے مراد دل ہے - دل اور گرہ میں تشبیہ ہوتی ہے وجہ شبہ

کو چلی اور مدور ہوتا ہے - نیم باز = یعنے نیم کشادہ اور آدہا کہلا ہوا-
گرے ہے = اب متروک ہے اسکی جگہ مین کرتا ہے یا کریگا کہتے ہین
کہ = کاف تعلیل کا ہے اسکے معنے ہین کیونکہ - یہان ناخن کے حقیقی
معنے مراد ہین کیونکہ دل کو گرہ نیم باز کہا ہے اور گرہ کے لئے ناخن
حقیقی درکار ہے نہ مجازی - کاوش = کا فتن کا حاصل بالمصدر
ہے کاوش یعنے کہودنا - تفحص و تجسس - یہہ کاو کاو کا مترادف ہے
اور اس کے معنے ہین اسی رسالے مین مفصل لکہہ چکا ہون - اس شعر
مین دل قرض دہ اور ناخن قرض گیر اور کاوش قرض ہے اسیواسطے
دل اپنے مال کا تقاضا کرتا ہے جو کاوش ہے -

تاراج کاوش غم ہجران ہوا اسد	سینہ کہ تہا دفینہ گہرہاے راز کا

دفینہ = جو مال زمین مین دفن ہو اُسکو دفینہ کہتے ہین - مجازی معنے
خزانے کے ہین - سینہ مبتدا اور تاراج کاوش غم ہجران اسکی خبر اور
ہوا فعل ناقص ہے - اسد = منادی یعنے اے اسد - یعنے غم ہجران نے
میرے سینہ کو جو گہرہاے راز کا دفینہ تہا برباد کر دیا یعنے غم ہجران نے
ہمکو مار ڈالا اور ہمارے مرگ کا باعث ہوا اور ہماری کچہہ قدر نکی -
تاراج کاوش غم ہجران بشد اسد ؂ سینہ کہ بد دفینہ گہرہاے راز را ؂ ذرا سے
تغیر مین شعر فارسی ہو گیا -

بزم شاہنشاہ مین اشعار کا دفتر کہلا	رکہیو یا رب یہہ در گنجینۂ گوہر کہلا

گنجینۂ گوہر یعنی بزم شاہنشاہ ۔ مطلب یہہ ہے کہ ہمارے شاہنشاہ کو شعرو شاعری کا ذوق وشوق ہوتا ہے اور خود شاہنشاہ شعر کہتے ہین اور شاعرون کی قدر کرتے ہین چونکہ مین بہی شاعر ہون لہذا یہہ دعا دیتا ہون کہ خداے تعالی بزم شاہنشاہ کو قایم رکہے تاکہ میری بہی کبہی کچہہ قدر ہوجاے اور انعام وخطاب ملجائے ۔ پہلا کہلا ماضی مطلق کے معنے پر اور دوسرا کہلا اسم مفعول کے معنے پر ہے ۔ مصرع ثانی مین جو کہلا ہے اُسکے یہہ معنے ہین کہ کہلا ہوا ۔ الحذر یہہ درِ گنجینۂ گوہر یعنی یہہ در بزم شاہنشاہ کہلا ہوا رکہیو ۔ رکہیو اب متروک ہے اسکی جگہ مین رکہیہ یا رکہنا کہتے ہین ۔ دوسرے معنے یہہ ہین کہ گنجینۂ گوہر اشعار کا دفتر ہے ۔ اور بزم شاہنشاہ اُس گنجینہ کا در ہے یعنی بزم شاہنشاہ مین عمدہ اور منتخب اشعار جو جواہر کے جیسے ہین اُنکا تذکرہ اور چرچا ہے لہذا مین جو شاعر اور سخن شناس ہون دعائے خیر دیتا ہون کہ وہ دروازہ ہمیشہ کہلا ہوا رہے ۔ دونون معنون کا حاصل ایک ہے کہ بادشاہ کو شعروسخن کا ذوق وشوق ہوتا ہے ۔ اللہ تعالی بادشاہ کو سلامت رکہے ۔

شب ہوئی پھر انجم رخشندہ کا منظر کہلا ‖ اس تکلف سے کہ گویا بتکدہ کا در کہلا

ظاہر ہے کہ جب ہندو لوگ بتکدہ کا دروازہ کہولتے ہین تو روشنی کرتے ہین اور چراغین جلاتے ہین اور بہی انواع واقسام کی آرایشین اور تکلفات کرتے ہین منظر ۔ یعنی نظرگاہ مناظر اسکی جمع ہے انجم ستارے ۔ کواکب ۔ نجم اسکا واحد ہے

گرچہ ہون دیوانہ پر کیون دوست کا کہاؤن فریب
آستین مین دشنہ پنہان ہاتہہ مین نشتر کہلا

دشنہ حقیقت مین ساطور کو کہتے ہین جس سے گوشت کاٹتے ہین اور یہہ فارسی زبان کا لفظ ہے ساعد اور کلائی کی تشبیہ اسکے ساتہہ دیجاتی ہے جیسے ابرو کی تشبیہ کمان اور تلوار سے اور نظر کی تشبیہ تیر اور تلوار سے دیتے ہین - یہہ شعر مرزا نے ساعدِ معشوق کی تعریف مین کہا ہے اور اُسکے ساعدِ حسین کو اپنے لئے دشنہ و ساطور قرار دیا ہے یعنے جس ہاتہہ مین فصدِ دیوانہ کے لئے نشتر ہے وہی ہاتہہ میرے لئے باعث جنون ہو رہا ہے - اس شعر مین دوست کا لفظ ایسا ہے کہ نفاق کے معنے مربوط نہین ہوتے کیونکہ منافق کو دوست کہہ نہین سکتے - یہہ بہی ممکن ہے کہ طعن و طنز کی راہ سے دوست کہا ہو اور مراد دشمن ہو مگر ان معنون مین تعقید معنوی بہت ہے - کہلا = یعنے کہلا ہوا - ماضی مطلق کا صیغہ اسم مفعول کے معنون مین آتا ہے -

گو نہ سمجہون اسکی باتین گو نہ پاؤن اسکا بہید
پر یہ کیا کم ہے کہ مجہسے وہ پری پیکر کہلا

اُسکی باتین اور اُسکا بہید اضمار قبل الذکر ہے ان ضمیرون کا مرجع پری پیکر ہے جو مصرع ثانی مین آیا ہے - گو = اگرچہ - ہرچند - پر یعنے مگر جو استثنا کیواسطے آتا ہے مگر پر ان معنون پر اب متروک ہے - پری پیکر = پیکر پری دارندہ - پیکر جسم اور جثہ کو کہتے ہین - یہہ اسم صفت مرکب ہے اور ایسے معشوق کو کہتے ہین جسکا جسم از سر تا پا بہت حسین اور خوبصورت ہو -

ہے خیالِ حسن مین حسنِ عمل کا خیال
خلد کا اک در ہے میری گور کے اندر کہلا

کہلا یعنے کہلا ہوا حسن عمل کاسا یعنے حسن عمل کیطرح اور حسن عمل کی مانند

منہ نہ کہلنی پر ہے وہ عالم کہ دیکہا ہی نہین
زلف سے بڑہکر نقاب اس شوخ کے منہ پر کہلا

عالم یعنے حالت وکیفیت ۔ بعض عورتون اور معشوقون کے چہرہ پر نقاب بہت خوشنما معلوم ہوتا ہے اور بعض کے چہرون پر برعکس ۔ نقاب مذکر ہے جیسا کہ مرزا نے یہان کہا ہے ۔ مگر لکہنو والے نقاب کو مؤنث باندہتے ہین چنانچہ امانت کہتے ہین ٭ چہرہ سے اپنے دور جو اس نے نقاب کی ٭ رنگت سفید شب کو ہوی ماہتاب کی ٭ منہ نہ کہلنے پر یعنے حالانکہ منہ نقاب کے اندر ہے ۔

در پہ رہنے کو کہا اور کہکے کیسا پہر گیا
جتنے عرصہ مین مرا لپٹا ہوا بستر کہلا

یعنے میرا معشوق ایسا متلون المزاج ہے کہ مجکو در پہ رہنے کو کہا اور جب مین نے اسکا حکم سنکر اپنا بستر اسکے دروازے پر کہولا تو اتنے مین معشوق نے مجکو منع کر دیا اور یہہ کہا کہ اپنا بستر اٹہالے اور یہان سے چلدے یا فرار ہو ۔ غرض اس شعر مین شاعر نے اپنے معشوق کا تلوّن اور عدم استقلال بیان کیا ہے اور یہہ کہتا ہے کہ معشوق بسبب تلون کے مجہہ سے بہت جلد منحرف ہو گیا اور اپنے قول سے پلٹ گیا ۔ عرصہ یعنے مدت اور وقت اور اثنا ۔ کہلا یعنے در پر کہلا ۔

کیون اندہیری ہے شب غم ہے بلاؤن کا نزول
آج ادہر ہی کو رہیگا دیدۂ اختر کہلا

اندہیری اور شب تاریک مین کواکب اور تارے زیادہ چمکتے ہین اور بسبب چاند کی
روشنی نہونے کے تارون کی روشنی اور درخشندگی شب تار مین بہت بڑہجاتی
ہے لہذا اس شعر کا مضمون بداہت اور فطرت آسمانی کے برخلاف ہے
اور اس شعر مین بداہت کا انکار ہے - شاید شاعر نے اپنے عالم خیال مین
ایک بات فرض کرلی ہے جو بے لطف ہے جو لوگ فطرت کے دلدادہ
اور حقایق کے گرویدہ ہین وہ اس شعر کے مضمون سے غالبًا متعجب ہونگے
اور اس شعر کی شرح مین یہہ قید لگانی کہ عرش پر سے بلائین اُترتی ہین
اور عرش کو منسوب بہ بلیات و آفات کرنا صحیح نہین کیونکہ ادب کے خلاف
ہے اور عرش جو اللہ تعالی کا استواگاہ ہے اُسکو عیب لگانا اور بدنام کرنا ہے
شعرا وغیرہ نے آسمان کو بلا کے ساتہہ منسوب کیا ہے نہ عرش کو اس شعر کے
معنے جو میرے ذہن مین آتے ہین وہ یہہ ہین کہ غم کی رات مین ہمارے
گہر مین اندہیری ہے اور چراغ نہین ہے اور تارون کی اور چاند کی روشنی
بہی ہمارے گہر مین نہین آتی ہے کیونکہ ابر حائل ہے اور تارون کی
آنکہین یا مہتاب کی آنکہہ ابر و سحاب کی طرف کہلی ہوی ہے نہ ہمارے گہر
کی جانب - فارسی مین ضرب المثل ہے مصرع خانۂ درویش را شمعے بہ از
مہتاب نیست - میرزا یہہ کہتے ہین کہ غم کی رات مین ہمارے گہر کو شمع مہتاب
بہی نصیب نہین ہے کیونکہ ابر حائل اور مانع ہے اور دیدۂ مہتاب ابر کیطرف
کہلا ہوا ہے - بہرحال اس شعر مین اپنی بدبختی اور بدقسمتی کو ظاہر کیا ہے
کہلا - یعنے کہلا ہوا - ماضی مطلق بمعنی اسم مفعول آتا ہے - میرزا صاحب کی

اس طرز گفتار مین صرف اشارات وکنایات ہین جنکے ہر ایک شخص جدا جدا معنے بیان کرتا ہے اور اشارات وکنایات مین ہوتا یہی ہے کہ کوئی معنی معین ومقرر نہین ہوسکتا کیونکہ جہان صراحت اور وضاحت نہو توسامع کا خیال ادراک معنی کے لئے چوطرف دوڑتا ہے اور جو معنے اُسکے ذہن مین مدرک ہون اُنہی مضمون کو کچھہ یقین اور کچھہ شبہ کے ساتھہ یہہ سمجھتا ہے کہ قائل کا مقصود ہے اسیواسطے ایسی طرز گفتار کو شعرائے فصاحت شعار ناپسند کرتے ہین اور معیوب جانتے ہین کیونکہ وہ آیات بینات کے شائق وطالب ہین اس شعر کے ایک دوسرے معنے یہہ بہی ہوسکتے ہین کہ دیدۂ اختر ہمارے معشوق کیطرف کہلا ہوا ہے نہ ہماری طرف - یعنے کواکب وسیارات ہمارے معشوق کے نظارہ مین اور ہمارے محبوب کے دیکھنے مین مصروف ہین لہذا اُن کی روشنی ہمارے کاشانہ تک نہین پہونچتی - اور اسوجہ سے ہمارا گہر تاریک ہے اور ہمارے گہر مین بلاؤنکا نزول ہورہا ہے اُدہرہی کو = یعنے معشوق کے طرف -

شب کہ برق سوز دل سے زہرۂ ابر آب تہا
شعلۂ جوالہ ہر یک حلقۂ گرداب تہا

اس شعر کے مصرع ثانی مین تہا کی جگہ بود لکہدیجئے توسالم مصرع فارسی بنجاتا ہے مصرع شعلۂ جوالہ ہریک حلقۂ گرداب بود * اور پہلے مصرع مین سے اور تہا دو لفظ اردو کے ہین باقی کل الفاظ اور تراکیب فارسی کے ہین میرزا کا کلام سمجہنے مین اردو والون کو جو دقتین پیش آتی ہین ازانجملہ

ایک وقت یہہ بہی ہے کہ میرزا کے کلام مین فارسی بہت ملی ہوی ہے اور فارسی بہی وہ فارسی جو میرزا بیدل اور ناصر علی کی فارسی ہے نہ کہ فصحاے عجم کی فارسی ظاہر ہے کہ بیدل اور ناصر علی کی فارسی مین ایسے مشکل تراکیب اور پیچیدہ اسالیب کثرت سے موجود ہین جو اصلی فارسی یعنے روزمرہ ایران مین نہین ہین اسیواسطے اہل لسان اور اُن کے پیرو بیدل اور ناصر علی کی فارسی کو فارسی ہندی اور بے معنی اور لغو و پوچ و پا درہوا و خرافات کے خطابات دیا کرتے ہین - جوّالہ = بہت اطراف پہرنیوالا - یہہ مبالغہ کا صیغہ ہے - اسکا مصدر جَول ہے اور جَول کے معنے اطراف پہرنے کے ہین - یہہ لفظ شعلۂ تیز و تُند کی صفت مین اکثر آتا ہے - شعلۂ جوّالہ یعنے وہ شعلہ جو جلانے کے لئے اطراف بہت پہرتا ہو - جَوَّل فتح کے ساتہہ آتا ہے یعنے جیم پر فتحہ ہے - زہرہ آب ہونا = زہرہ پگہل جانا یعنے نامرد ہو جانا بہت ڈرنا - نہایت خوف کہانا یہہ فارسی محاورے زہرہ آب شدن کا ترجمہ ہے زہرہ فارسی مین پتے کو کہتے ہین شاعر نے اس شعر مین سوز دل کو برق کے ساتہہ تشبیہ دی ہے اور کہتا ہے کہ میرے سوز دل سے رات کو ابر بہت ڈرتا تہا کیونکہ میرے سوز دل کا ہر ایک شعلہ جوالہ حلقہ گرداب کی مانند تہا - ظاہر ہے کہ جو شی گرداب مین آجاتی ہے وہ پہر نجات نہین پاتی اور گہوم گہوم کر ہلاک ہو جاتی ہے - اسیواسطے ابر اپنی ہلاکت سے خوف کہاتا تہا کہ مبادا کسی شعلہ جوالہ مین پہنس جائیگا

تو ہلاک ہو جائیگا۔

وان کرم کو عذر بارش تھا عنان گیر خرام　　　گریہ سی یان پنبہ بالش کف سیلاب تھا

یعنے ہمارے پاس آنے مین معشوق کو یہہ عذر تھا کہ بارش ہے اسوجہ سے معشوق آنہین سکتا تہا کیونکہ کیچڑ اور پانی مین آنا ممکن تہا اور معشوق کی جدائی و فرقت مین ہمارا یہہ حال تھا کہ ہم بہت روتے تھے اور ہم اسقدر روئے کہ ہمارے گریہ سے ہماری بالش کا پنبہ کف سیلاب کیطرح پانی پر یعنے آب گریہ پر تیر رہا تہا بلکہ کف سیلاب نہ تہا پنبہ بالش ہی تہا جو تیر رہا تھا۔ پنبہ اور کف مین مشابہت ہے اور وجہ شبہہ سفیدی و نرمی ہے۔ بالش یعنے تکیہ ۔۔

یان نفس کرتا تھا روشن شمع بزم بیخودی　　　جلوۂ گل وان بساط صحبت احباب تھا

یان نفس الخ اس مصرع کی ترکیب نحوی یہہ ہے کہ نفس فاعل ہے اور روشن کرتا تھا اسکا فعل مرکب ہے اور شمع بزم بیخودی مفعول بہ ہے یعنے ہمارا نفس بزم بیخودی کی شمع کو یہان روشن کرتا تہا۔ روشن کرنا = مصدر مرکب ہے نفس مذکر ہے جیساکہ مرزا نے یہان باندہا ہے۔ اس مصرع کے یہہ معنے ہین کہ ہم بسبب شدت غم و اندوہ کے بیخود و بیہوش تھے۔

یان سر پرشور بیخوابی سی تھا دیوار جو　　　وان وہ فرق ناز محو بالش کمخواب تھا

دوسرے مصرع کے یہ معنے ہین کہ معشوق آرام و استراحت کر رہا تہا - فرق ناز یعنے سر ناز فرق تالو کو کہتے ہین مگر یہان قاعدۂ مجاز مرسل کے رو سے سر مراد ہے - **محو** یعنے مصروف و مشغول - **بالش** = تکیہ **کمخواب** = ایک قسم کا ریشمی کپڑا ہے جو قیمتی زردوزی پر تکلف ہوتا ہے - **پر شور** = دیوانہ شور سے بہرا ہوا - **دیوار جو** = دیوار ڈہونڈنے والا - جو یہان امر کا صیغہ ہے جستن سے - دیوار جو اسم فاعل ترکیبی ہے -

ناگہان اس رنگ سے خونابہ ٹپکانے لگا	**دل کہ ذوق کاوش ناخن سے لذت یاب تہا**

یہان ناخن حقیقی مراد نہین ہے بلکہ ناخن مجازی مراد ہے - **رنگ** یعنے طرز وطریقہ وطور - ٹپکانے لگا کا فاعل دل ہے -

نالۂ دل مین شب انداز اثر نایاب تہا	**تہا سپند بزم وصل غیر گو بیتاب تہا**

پہلے مصرع کے یہہ معنے ہین کہ رات کو نالۂ دل مین اثر نہ تہا اور نالۂ دل غیر موثر تہا مصرع دوم مین اثر نہونے کا ثبوت بیان کیا ہے اور اس مصرع کی ابتدا مین کیونکہ کا لفظ مقدر ہے - اور اس مصرع ثانی کے یہہ معنے ہین کہ وصال یار سے غیر کامیاب تہا نہ کہ مین - مطلب یہہ ہے کہ دل میرا سپند بزم تہا ظاہر ہے کہ سپند آگ پر بیقرار ہوتا ہے اس سے یہہ کنایہ کیا کہ میرا دل بیقرار اور بیتاب تہا اور بیقراری کی وجہ یہہ تہی کہ وصل غیر کو دیکہتا تہا چونکہ وصل یار غیر کو حاصل تہا اور اسوجہ سے میرا دل بیقرار تہا تو معلوم ہوا کہ نالۂ دل

مین رات کو کچھہ اثر نہین تھا - اگر میرے نالۂ دل مین اثر ہوتا تو غیر کا سا ب
نہوتا - چونکہ سپند کو آتش پر ڈالنے سے چٹ پٹ کی آواز آتی
ہے لہذا یہان لفظ سپند نالۂ دل کے ساتھہ کمال مناسبت اور لطف
رکھتا ہے سپند = کسی قسم کے بیج اور تخم ہین جنکو نظر بد دفع کرنے کیلئے
جلاتے ہین بعض لوگ کہتے ہین کہ مہندی کے بیجون کو سپند کہتے ہین
ذرا سے تغیر مین مصرع ثانی فارسی بنگیا مصرع بد سپند بزم وصل غیر را
بیتاب بود -

مقدم سیلاب سے دل کیا نشاط آہنگ ہے	خانۂ عاشق مگر ساز صدائے آب تھا

نشاط آہنگ - یعنے خوشی کی الاپ رکھنے والا یعنے خوش و مسرور و شاد
و آہنگ نشاط دارندہ - یہہ اسم صفت مرکب ہے اور یہہ ترکیب خیال ہندوان
کی مخترعہ ہے - اہل لسان ایسے تراکیب محدثہ سے احتراز کرتے ہین
مقدم = آنا - آمدن - ساز = باجہ کو کہتے ہین - اس شعر مین کوئی
معنوی خوبی نہین ہے بلکہ پھیکا تکلف ہے - کیا = تعظیم کیواسطے
آیا ہے - کیا نشاط آہنگ یعنے بہت نشاط آہنگ - دوسرے مصرع
مین تھا کی جگہہ بود لکھدینے سے سالم مصرع فارسی بنگیا مصرع خانۂ
عاشق مگر ساز صدائے آب بود - دیکھئے مرزا پر فارسی کسقدر غالب ہے

نازش ایام خاکستر نشینی کیا کہون	پہلوئے اندیشہ وقف بستر سنجاب تھا

یہہ شعر ذرا سے تغیر مین پورا فارسی بنجاتا ہے شعر نازش ایام خاکستر نشینی
چون کنم ÷ پہلوے اندیشہ وقف بستر سنجاب بود -

یاد کرو وہ دن کہ ہر اک حلقہ تیرے دام کا	انتظار صید مین اک دیدۂ بیخواب تھا

یعنے کسی دن تو عاشقون کی تلاش کرتا تھا اور تجھکو عاشق نہین ملتے تھے
اور آج یہہ حال ہے کہ سیکڑون عاشق تیرے موجود ہین اور تجکو اُنکی
کچھہ پروا نہین ہے -

اب مین ہون اور ماتم یک شہر آرزو	توڑا جو تونے آئینہ تمثال دار تھا

یہہ شعر پیچیدہ اور مشکل ہے اور طرز خیالبندی کا عمدہ نمونہ ہے
اس شعر کی شرح مین یہہ بات بتانی چاہئیے کہ ماتم کا ہیکو کرتا ہے
اور ماتم کرنے کی وجہ کیا ہے لفظ آرزو سے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ
یہان آئینہ سے قائل کا دل مراد ہے کہ جبہی کو تو قائل ماتم کر رہا ہے
یعنے اپنے دل کے ٹوٹنے کیوجہ سے ماتم کرتا ہے اور دل بھی ایسا دل
جو آرزوؤن سے بھرا ہوا تھا مصرع دل را شکستۂ نہ گوہر شکستہ کا
سا مضمون ہے - یک شہر آرزو = شہر کو بلا اضافت پڑہنا چاہئیے
اسکے معنے ہین آرزو بقدر ایک شہر کے - مراد کثرت آرزو سے ہے
اس قسم کے تراکیب خیال بندون کے یعنے ناصر علی اور بیدل کے
کلام مین بہت مستعمل ہوتے ہین بلکہ ان تراکیب کے بانی بہی لوگ ہین -

اور = عطفِ ملازمہ ہے ۔ یعنے مجھکو لازم ہے کہ بہت ماتم کرون ۔

گلیون مین میری نعش کو کھینچے پھرو کہ مین
جان دادۂ ہوای سرِ رہگذار تھا

کہ = یعنے کیونکہ ۔ کاف تعلیل کا ہے ۔ جان دادہ = مردہ مواہوا
جان دادن یعنے مرنا ۔ مردن ۔ نعش = جنازہ ۔

موجِ سرابِ دشتِ وفا کا نہ پوچھ حال
ہر ذرہ مثلِ جوہرِ تیغ آبدار تھا

یہہ شعر ذرا سے تغیر مین فارسی بنگیا بیت موجِ سرابِ دشتِ وفا را
مپرس حال * ہر ذرہ مثلِ جوہرِ تیغ آبدار بود * دیکھئے میرزا کی اردو
مین فارسی کسقدر ملی ہوی ہے مگر ہمارے زمانہ مین ایسی اردو معیوب
ومتروک ہے ۔

واے دیوانگیِ شوق کہ ہر دم مجھکو
آپ جانا اودھر اور آپ ہی حیران ہونا

مجاز اور حقیقت کے دونو پہلو ہین ۔

عشرتِ پارۂ دل زخمِ تمنا کھانا
لذتِ ریشِ جگر غرقِ نمکدان ہونا

عشرتِ پارۂ دل زخمِ تمنا خوردن ۔ لذتِ ریشِ جگر غرقِ نمکدان بودن ۔
کھانے اور ہونے کی جگہ خوردن اور بودن کے لکھدینے سے
سالم شعر فارسی بنگیا ۔

شب خمار شوق ساقی رستخیز اندازہ تھا	تا محیط بادہ صورتخانۂ خمیازہ تھا

شب خمار شوق ساقی رستخیز اندازہ بود + تا محیط بادہ صورتخانۂ خمیازہ بود
دونو مصرعون مین تھا کا مُبتدا خمار ہے - یہہ شعر المعنی فی بطن الشاعر
کا مصداق ہے اور ذرا سے تغیر مین پورا فارسی ہوگیا اور ایسا معلوم ہوتا ہے
کہ گویا خاص میرزا بیدل کی زبان سے نکلا ہے بس اس شعر کی اسیقدر
تعریف ہوسکتی ہے - اس شعر کو جو معنے چاہین لگادین مگر الفاظ شعر سے
کوئی سے معنے معین و مشخص نہین ہوتے - صورتخانہ یعنے تصویر خانہ

یک قدم وحشت سے درس دفتر امکان کھلا	جادہ اجزای دو عالم دشت کا شیرازہ تھا

یک قدم وحشت چو درس دفتر امکان کشود + جادہ اجزای دو عالم دشت را شیرازہ بود
شعر ذرا سے تغیر مین فارسی بنگیا - مگر یہہ فارسی ایرانی اور روزمرہ کے
مطابق نہین ہے بلکہ بیدل اور ناصر علی کی فارسی خاص ہے - یک قدم
وحشت اور دو عالم دشت ایسے تراکیب ہین جو اہل لسان کے کلام مین
نہین آتے بلکہ رکیک اور لغو تراکیب ہین - مخترع کا مقصود یک قدم
وحشت سے اندک وحشت اور دو عالم دشت سے بہت ویرانی ہے ان کیبون
کی صحت مین بہت کچھہ تامل اور کلام ہے اہل لسان کے پاس یہہ تراکیب
صحیح نہین ہین درحقیقت یہہ شعر بھی بے معنی ہے مگر شارحین کو اختیار ہے
کہ اپنی طرف سے اور اپنے دل سے جو معنے چاہین بناکر لگا دین اور کہدین کہ

یہی معنی مربوط ہین بلکہ مقصود قائل یہی ہے مگر سخن شناس جانتا ہے کہ عقیدتمندی اور چیز ہے اور تحقیق اور چیز ہے -

مانع وحشت خرامیہائے لیلی کون ہے	خانۂ مجنون صحرا گرد بے دروازہ تھا

مانع وحشت خرامی ہای لیلی ہست کس + خانۂ مجنون صحرا گرد بے دروازہ بود شعر ذراسے تغیر مین فارسی بنگیا مگر وحشت خرامی اہل لسان کی ترکیب نہین ہے اور نہ یہہ لفظ اہل لسان کے کلام مین آیا ہے -

پوچھ مت رسوائی انداز استغنای حسن	دست مرہون حنا رخسار رہن غازہ تھا

انداز استغنای حسن = یعنے طریقۂ بے پروائی حسن حسن و جمال کی بے پروائی کا طریقہ - شعر عیان رسوائی انداز استغنای حسن + دست مرہون حنا رخسار رہن غازہ بود + شعر تہوڑے سے تبدل مین فارسی ہو گیا - عاشق اگر بوسہ لیتا ہے تو بدنام اور رسوا ہوتا ہے کہ حسن معشوق کو بگاڑ دیا - حنا اور غازہ موجب استغنا و بے پروائی حسن کے ہوتی ہین جب کسی نے اُن کو بگاڑ دیا تو ضرور بگاڑنے والے کی رسوائی ہوگی یعنے بے پروائی حسن کا یہہ طریقہ ہے کہ عاشقون کو بدنام کرتا ہے رسوائی منسوب بہ عاشق ہے نہ حسن کیونکہ عاشق لوگ رسوا ہوا کرتے ہین -

نالۂ دل نے دئے اوراق لخت دل بباد	یادگار نالہ اک دیوان بے شیرازہ تھا

نالۂ دل دادہ است اوراق لخت دل بباد - یادگار نالہ یک دیوان بے شیرازہ بود - شعر ذرا سے تغیر مین پورا فارسی بنگیا - میرزا صاحب پر فارسی بہت غالب ہے -

حضرت ناصح گر آوین دیدہ و دل فرش راہ ۔ کوئی مجکو یہہ تو سمجھا دو کہ سمجھاوینگے کیا

یعنے ہم اپنے کرتب اور اپنی عشق و عاشقی سے باز نہ آوینگے اور اپنے کامون کو ترک نکرین گے لہذا حضرت ناصح کی فہمایش اور تفہیم بیجا اور غیر مفید ہے اور اُن کی فہمایش کچہہ موثر نہو گی - یہہ رندانہ شعر ہے اور مضمون یہہ ہے کہ ہم ناصح کی نصیحت کو نہین سنتے -

ترے وعدہ پر جئے ہم تو یہہ جان جھوٹ جانا ۔ کہ خوشی سے مر نجاتے اگر اعتبار ہوتا

یعنے ایجان تیرے وعدہ پر ہم جئے تو وعدہ مذکور کو جہوٹ جانکر جئے - اگر وعدہ مذکور کا ہم کو اعتبار ہوتا تو ہرگز ہم نہ جیتے - مصرع ثانی مین کیا حرف استفہام محذوف ہے یعنے کیا خوشی سے مرنجاتے - یہہ استفہام اقراری ہے اور اوس کے معنے یہہ ہین کہ خوشی سے مر جاتے اور شادی مرگ ہو جاتے جانا - یعنے ایجان اور یہہ الف ندائیہ ہے یہہ کا مشار الیہ وعدہ ہے دوسرے معنے یہہ ہین کہ یہہ کا مشار الیہ سالم جملہ ہے یعنے ترے وعدہ پر جئے ہم سالم جملہ مشار الیہ ہے - اور جان امر کا صیغہ ہے جاننے سے جان جھوٹ یعنے سچ جاننا اور جہوٹ جاننا -

نہو مرنا تو جینے کا مزا کیا	ہوس کو ہے نشاط کار کیا کیا

یعنے ہوس جو عشق کی ضد ہے اسکو معشوق کی محبت مین نشاط کار اور خوشی و مسرت بہت کچھہ حاصل ہے مگر یہہ جانتے ہی نہین کہ عشق و عاشقی مرنے اور جان دینے کو کہتے ہین اور عشق و عاشقی کا انجام ہلاکت ہے۔ ہم معشوق پر فدا ہو جائین تو اسوقت ہم نے جینے کا مزہ حاصل کیا ورنہ یون سمجھیے کہ زندگی بے لطف گذری معشوق پر فدا ہو جانا گویا زندگی کا لطف اٹھانا ہی اگر یار پر فدا نہوسے تو جینے کا مزہ حاصل نکیا۔ ہوس کو چاہیے کہ اول اس مشکل کو سمجھہ لے اور پھر نشاط کار مین مصروف ہو ہلاکت کو معلوم کرنے سے پیشتر نشاط کرنا بے فایدہ ہے بلکہ وہ جسکو نشاط سمجھہ رہی ہے درحقیقت وہ نشاط ہی نہین ہے۔ شاعرون نے اپنی اصطلاح مین رقیب کی محبت کو طعن و طنز کی راہ سے ہوس قرار دیا ہے اور دراصل عشق کی ضد ہوس ہے۔

کہان تک اے سراپا ناز کیا کیا	تجاہل پیشگی سے مدعا کیا

تجاہل پیشگی = تجاہل پیشہ ہونا۔ تجاہل پیشہ بننا۔ تجاہل پیشگی کی یای تحتانی جو اس لفظ کے آخر مین ہے یای مصدری ہے سراپا ناز = سر سے پاؤن تک ناز۔ یعنے ایسا معشوق جو سر سے لیکر پاؤن تک ناز ہی ناز ہی سراپا کا الف الف الخصار ہے بمعنی تای انتہائی اور سراپا ناز معشوق کے نامون مین سے ایک نام ہے۔

نوازش ہاے بیجا دیکھتا ہون	شکایت ہاے رنگین کا گلا کیا

یعنے چونکہ آپ غیرون کے ساتھہ بیجا نوازشین کرتے ہین لہذا مین آپکی شکایتین کرتا ہون پس آپ میری شکایتون کا گلہ نکیجیے کیونکہ آپ خود بانی مبانی ہین اگر آپ غیرون کے ساتھہ بیجا نوازشین نکرتے تو مین بھی آپ کی شکایتین نکرتا

نگاہ بے محابا چاہتا ہون	تغافل ہاے تمکین آزما کیا

یعنے مین تغافل ہاے تمکین آزما نہین چاہتا بلکہ نگاہ بے محابا چاہتا ہون ۔

فروغ شعلۂ خس اک نفس ہے	ہوس کو پاس ناموس وفا کیا

اک نفس = ایکدم ۔ ذرا سا وقت فروغ = روشنی خس = گہانس پاس = لحاظ ۔ ناموس = شرم وحیا ہوس = عشق کی ضد ہے ۔

دماغ عطر پیراہن نہین ہے	غم آوارگی ہاے صبا کیا

لفظ پیراہن اس شعر مین اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ صنعت تلمیح استعمال کی ہے اور قصۂ یوسف علیہ السلام متعلق پیراہن کیطرف اشارہ کرکے کہتا ہے کہ ہم کو اپنے معشوق کے عطر پیراہن کا دماغ نہین ہے یعنے ہم بہت نازک دماغ ہین عطر کے سونگھنے سے نزلہ کی تحریک ہو جاتی ہے ۔

دلِ ہر قطرہ ہے سازِ انا البحر	ہم اوسکے ہین ہمارا پوچھنا کیا

یعنے ہم بھی دریا ہین یا یون کہئے کہ ہم بھی انا الحق کے مقام ہین ہین - یہہ علم تصوف کا بہت مشہور اور بہت روندا ہوا مضمون ہے -

سن اے غارتگرِ جنسِ وفا سن	شکستِ قیمتِ دل کی صدا کیا

شکستِ قیمت یعنے قیمت کا گھٹ جانا اور قیمت کی کمی - یہہ بات ظاہر ہے کہ شکستِ قیمت کی کوئی صدا نہین ہوتی - اگر شیشہ یا اور کوئی شئی مثل اوسکے پتھر یا زمین پر پھینک دیجاے یا پٹک دیجاے تو وہ ضرور آواز دیگی مگر شکستِ قیمت اوس سے برخلاف ہے یعنے بے صدا ہے - اب شاعر کہتا ہے کہ اے معشوق قیمتِ دل جو بے صدا ہے اُسکو توڑ کیونکہ اُسکے توڑنے مین کوئی لطف نہین اور اُسکی شکست سے سامعہ نوازی نہین ہوتی - حاصل یہہ کہ قیمتِ دل ایک حقیر شئے ہے شکست کے قابل نہین قیمتِ دل کو توڑا تو کیا توڑا - مولانا ذوقؔ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہین ؎ کسی بیکس کو اے بیداد گر مارا تو کیا مارا ✤ جو آپ ہی مر رہا ہو اُسکو گر مارا تو کیا مارا ✤ سن سن = یہہ تکرار تاکید کے لئے ہے -

کیا کس نے جگرداری کا دعوی	شکیبِ خاطرِ عاشق بھلا کیا

جگر داری = بہادری و شجاعت ۔ شکیب = صبر ۔ خاطر = دل ۔
بھلا = حرف ایجاب ہے اور فارسی مین اسکا ترجمہ خیر ہوتا ہے ۔

سبکو مقبول ہے دعوی تری یکتائی کا	روبرو کوئی بت آئینہ سیما نہوا

سیما = پیشانی کو کہتے ہین جسکی پیشانی صاف اور شفاف ہو اُسکو آئینہ سیما کہین گے ۔ آئینہ سیما یعنے پیشانی آئینہ دارندہ یعنے صاف شفاف پیشانی والا مگر یہہ لفظ خاصکر معشوقون کی صفت مین مستعمل ہوتا ہے بلکہ معشوق کے نامون سے ایک نام ہے ۔ بت آئینہ سیما منادی ہے یعنے اے بت آئینہ سیما کوئی تیرا مقابل نہوا حسن و جمال مین ۔ یہہ بھی ہوسکتا ہے کہ اے معشوق کوئی بت آئینہ سیما تیرے مقابل نہوا ۔ دو پہلو مین اور یہہ دو پہلو کوئی کو ملاکر اور علیحدہ پڑہنے سے پیدا ہوتے ہین ۔ کوئی کو ملاکر پڑہین تو معشوق مخاطب ہوگا اور کوئی بت آئینہ سیما مبتدا ہوگا اور جو کوئی کو علیحدہ پڑہین تو بت آئینہ سیما مخاطب ہوگا اور صرف کوئی مبتدا ہوگا ۔ صورت ثانی مین کوئی کے معنے کوئی حسین اور کوئی معشوق کے ہون گے ۔ بت = موصوف و معروف یہان مجازی معنے یعنے معشوق مراد ہین ۔

کم نہین نازش ہمنامی چشم خوبان	تیرا بیمار برا کیا ہے گر اچہا نہوا

یعنے یہہ نازش کچہہ کم نہین ہے کہ ہم بھی چشم بیمار کے ہمنام ہین بسبب بیماری عشق کے ۔ نازش = ناز کرنا ۔ یہہ حاصل بالمصدر ہے نازیدن کا

حسینون کے آنکھہ کی صفت بیمار آتی ہے اور معشوقون کی آنکھہ کو چشم بیمار کہتے ہین جب ہم تیرے عشق مین بیمار ہوگئے تو لفظ بیمار ہمارے نام پر بھی عائد ہوا اور بسبب بیماری عشق کے ہم کو بھی لوگ بیمار کہنے لگے اور بیمار لکہنے لگے ظاہر ہے کہ جو بیمار ہوگا اُسکو بیمار کہین گے - یہان سے شاعر نے یہہ شاعرانہ مضمون نکالا کہ ہم بھی بسبب بیماری عشق کے چشم خوبان کے ہمنام ہین یعنے لوگ ہم کو بھی فلان معشوق کے عشق کا بیمار کہتے ہین جیسے معشوقون کی آنکہون کو بیمار کہا کرتے ہین لہذا ہم اس بات پر نازش اور فخر کرتے ہین کہ ہم چشم خوبان کے ہمنام ہین اور اسی واسطے تندرست ہونا نہین چاہتے بلکہ یہہ خواہش ہے کہ ہمیشہ بیمار ہی رہین تاکہ ہمنامی اور پھر اُس پر فخر حاصل رہے یہان یہہ بات جو نازک خیالی کے متعلق ہے جاننی ضرور ہے کہ ہمنامی پر فخر ہوسکتا ہے اور اسی وجہ سے لوگ اچھے اور عمدہ نام اور بزرگون کے نام رکھا کرتے ہین اور شریعت مین بھی یہہ حکم آیا ہے کہ اولاد کے اچھے نام رکھا کرو تاکہ بُرے نامون سے اُن کو رنج اور ایذا نہ پہونچے -

اسدؔ ہم وہ جنون جولان گداے بے سر و پا ہین	کہ ہے سر پنجۂ مژگان آہو پشت خار اپنا

جنون جولان = یعنے جولان جنون وارندہ - جنون کا جولان رکہنے والا جولان کے معنے دوڑنے اور دوڑانے کے ہین - جنون جولان کے معنے بہت دوڑنے والے کے ہین مگر یہہ ترکیب اہل لسان کی نہین ہے بلکہ

ہندیون اور خیالبندون کی ساختہ و پرداختہ ہے - اہل لسان کے کلام مین یہہ ترکیب نہین آئی لہذا اسکی صحت مین تامل اور شبہ ہے - سہر پنجہ = یہان اس لفظ مین سر زائد ہے -

بے نظر کرم تحفہ ہے شرم نارسائی کا
بخون غلطیدہ صد رنگ دعوی پارسائی کا

یعنے سو رنگ سے خون مین لوٹا ہوا پارسائی کا دعوی بخشش الہی کی نذر کیواسطے خجلت ناتمامی کا ہدیہ ہے - **وثوق صراحت** مین جو پریشان عبارت سے ہے مین نے اُسکو اسطرح ترتیب دیا ہے درحقیقت میری رائے مین **وثوق صراحت** ایسی کتاب ہے کہ اُسکے نکات اور دقائق سے طالبان شعر و سخن فیض یاب و خوشہ چین ہو سکتے ہین - مقصود قائل یہہ ہے کہ ہم شرم و حیا کیوجہ سے پارسائی کا دعوی نہین کرتے - گویا پارسائی کا دعوی کرنا بے شرمی ہے - دعوی پارسائی کا سو رنگ سے خون مین لوٹا ہوا ہے یعنے ہم دعوی پارسائی کا نہین کرتے کیونکہ ہمارا پارسائی کا دعوے شہید ہو گیا اور باقی نہین رہا اور دعوی باقی نہین رہنے کیوجہ شرم نارسائی ہے حاصل یہہ کہ بسبب شرم و خجالت کے ہم دعوی پارسائی کا نہین کرتے - اس شعر مین فارسیت بہت غالب ہے اور خاص مرزا بیدل کی طرز کا شعر ہے میرزا صاحب نے بیدل کا اسقدر تتبع کیا ہے کہ دونون کے کلام مین کوئی فرق باقی نہین رہا - درحقیقت تتبع اسکو کہتے ہین -

نہ ہو حسن تماشا دوست رسوا بیوفائی کا
بمہر صد نظر ثابت ہے دعوی پارسائی کا

یعنے معشوق ہمارا پاکدامن ہے مگر اُسمین عیب ہے تو صرف اسقدر کہ بیوفا ہے اور اسی وجہ سے یعنے بیوفائی سے رُسوا ہوگیا ہے مگر اُسکی پاکدامنی مین کوئی شبہ نہین ہے - چشم کی تشبیہ مہر کے ساتھہ دیجاتی ہے اور یہان قاعدہٗ مجاز مرسل کے لحاظ سے نظر بمعنی چشم مستعمل ہوا ہے -

زکاتِ حسن دے اے جلوہٗ بینش کہ مہر آسا	چراغِ خانہٗ درویش ہو کاسہ گدائی کا

کاسہ گدائی سے مراد چشم ہے کیونکہ آنکھہ کی تشبیہ کاسہ گدائی کے ساتھہ دیجاتی ہے اور وجہ شبہ یہہ ہے کہ آنکھہ مین عمق ہوتا ہے اور اکثر آنکھہ بادامی شکل کی ہوتی ہے اور کاسہ گدائی مین بھی عمق ہوتا ہے اور اکثر کاسہ گدائی بھی تراش وخراش مین بادام کا ہمشکل ہوتا ہے - زکاتِ حسن اور جلوہ بینش بھی اس معنی کے ممد ومعاون ہین کہ کاسہ گدائی بمعنی دیدہ و چشم آیا ہے بلکہ کاسہ گدائی کے مجازی معنی ہی آنکھہ کے ہین ان قرائن کی بھی کوئی ضرورت نہین - **خانہٗ درویش** سے مراد قائل کا تن اور جسم ہے - **جلوہ بینش** سے مراد معش[illegible] معنے یہہ ہین کہ اے معشوق تو اپنا حسن و جمال [illegible] دکھادے تاکہ ہماری آنکھہ[illegible] روشن اور منور ہوجائین آفتاب کیطرح مہر آسا - آفتاب کیطرح مہر آسا مصرع ثانی سے متعلق ہے جو مصرع اول مین آگیا ہے - **چراغ ہونا** - اس شعر مین اس کے مجازی معنے روشن ہونیکے ہین - مصرع ثانی کے یہہ معنے ہین کہ ہماری آنکھہ روشن ہوجائے -

گر نگاہ گرم فرماتی رہی تعلیم ضبط	شعلہ خس مین جیسے خون رگ مین نہاں ہو جائیگا

نگاہ گرم = چشم گرم کا مترادف ہے اور چشم گرم محبت و عنایت و مہربانی کو کہتے ہین مگر چشم گرم یا نگاہ گرم قہر اور غضب کے معنون پر بھی آسکتا ہے - کیونکہ لفظ گرم بمعنیٔ اختلاط اور بمعنی غضب دونون معنون مین آیا ہے - چنانچہ سلیم کا شعر ہے ؎ عمر خود رفت وہمان بیگانہ با ما مگر * در قیامت گرم خواہی شد مبا چون آفتاب یعنے اے معشوق شاید تو قیامت کے دن ہمارے ساتھہ اختلاط اور گرمجوشی اور محبت کریگا - تیرا یگانہ پن ہمارے ساتھہ شاید قیامت کے روز ہوگا - یہہ شعر سلیم کے معنے مین نہ شعر غالب کے -

در دست کش دوا نہوا	مین نہ اچھا ہوا برا نہوا

مین نہ اچھا ہوا = یعنے مین اچھا نہوا - برا نہوا = یہہ برا نہوا - یہہ محذوف ہے میرا اچھا نہونا یعنے میرا تندرست نہونا اور صحت نپانا برا نہوا مین جو بیمار اور علیل رہا یہہ اچھا ہوا - کیونکہ تندرست ہوتا تو دوا کی منت اُٹھانی پڑتی - حاصل یہہ کہ کسی کا احسان اُٹھانا بُری بات ہے - احسان نہ اُٹھایا چاہئے - حضرت قبلگاہی مولانا مولوی والد مرحوم ومغفور اس شعر کی مختصر شرح جو وثوق صراحت مین مندرج ہونیوالی تھی اسطرح بیان فرماتے ہین کہ (کیونکہ ممنون دوا ہونا اور احسان دوا کا اُٹھانا بہت بُرا تھا)

جمع کرتے ہو کیون رقیبون کو ۔۔۔ اک تماشا ہوا گلا نہ ہوا

گویا مرزا صاحب اپنی بدنامی و رسوائی سے ڈرتے ہین اور اس لئے رقیبونکا اجماع نہین چاہتے - گلا - شکوہ -

ہم کہان قسمت آزمانے جائین ۔۔۔ تو ہی جب خنجر آزما نہوا

خنجر آزمانا = کنایہ ہے قتل کرنے سے - قسمت آزمائی اسطرح سے کہ کسی معشوق کے ہاتھہ سے قتل ہو جائین تاکہ آزار عشق سے نجات ملے اور درجہ شہادت حاصل ہو مگر قاتل کی بدبختی اسقدر بڑھی ہوی ہے کہ کوئی قاتل ہی نہین ملتا - یہ شاعرانہ مضمون ہے نہ کہ حقیقت حال - ہی = حصر کے لئے آتا ہے

ہے خبر گرم ان کے آنے کی ۔۔۔ آج ہی گھر مین بوریا نہوا

مرزا اس شعر مین اپنا دکھڑا روتے ہین اور اپنی محتاجی و مفلسی ظاہر کرتے ہین اس شعر کا پیرایہ قابل تعریف ہے - کسی صاحب نے اس شعر کے باب مین مجھہ سے یہہ کہا تھا کہ گھر مین بوریا نہوا تو کیا حرج ہے - کرسیون پر بٹھین گے مین نے یہہ جواب دیا کہ بسبب محتاجی و مفلسی کے بوریا جو ارزان چیز ہے نہین لے سکتے ہین اور مٹی پر بیٹھنا پڑتا ہے تو کرسیان جو بہ نسبت بوریا کے بہت گران قیمت ہوتے ہین کہان سے آئین گے -

جان دی - دی ہوی اسیکی تھی ۔۔۔ حق تو یون ہے کہ حق ادا نہوا

یعنے اگرچہ ہمنے راہ خدا مین یا راہ معشوق مین اپنی جان دی اور مر گئے تو پھر کونسا بڑا کام ہوا کیونکہ جان تو اُسی کی دی ہوی تھی یعنے جان خدا کا یا معشوق مجازی کا مال تھا لہذا ہم نے جو جان دی تو کوئی بڑا کام نہین کیا بلکہ ہم ادائی حق مین قاصر رہے - اُسی کی = یعنے خدائے عزوجل کی یا معشوق مجازی کی - بہرحال دونون پہلو ہین

جان دی = یعنے ہم نے جان دی یہان ہم فاعل محذوف ہے -

جان دینا = یعنے مرجانا - ہلاک ہوجانا - دوسرے معنے جان عطا کرنا جان بخش دینا - پہلے جان دینے کے معنے ہین مرنا اور دوسرے جان دینے کے معنے ہین جان عطا کرنا (ف) جان بخشیدن - اس شعر مین لطف یہہ ہے کہ قائل نے ایک مصدر یعنے (جان دینا) کے دو جداگانہ وعلیحدہ معنے استعمال کئے ہین -

زخم گر دب گیا لہو نہ تھما	کام گر رک گیا روا نہ ہوا

اس شعر پر حضرت قبلہ گاہی مولانا والد مرحوم ومغفور نے ایک اعتراض کیا تھا جو ثوق صراحت مین سہواً درج نہوا - اعتراض یہہ ہے - (دبے ہوے زخم کا جیسے لہو نہ تھما یعنے لہو جاری ہے اسیطرح رکے ہوے مطلب کا روا ہونا بھی چاہئے تھا - یہہ خلاف کیونکر ؟) میری راے ناقص مین بیشک یہہ اعتراض اُسوقت قائم رہ سکتا ہے جب کہ روا قافیہ اور ہوا ردیف مان لیجائے

مگر جب اُسکو قافیہ معمول قرار دیا جائے اور روانہ بمعنی جاری اور ہوا ردیف قرار دیجائے تو اعتراض وارد نہوگا اور درحقیقت اعتراض صورت اول ہی مین ہے نہ کہ صورت ثانی مین۔ یعنے کام اگر رک گیا تو جانئے کہ جاری ہو گیا۔ یہہ کمال مایوسی و نا امیدی کی بات ہے یا کمال استقلال اور ثابت قدمی کی تقریر ہے کہ کام کے بند ہو جانے کو بھی اپنی ہمت اور استقلال کے مقابلے مین جاری ہو جانا سمجھتے ہین۔ یہہ بات تو ظاہر ہے کہ زخم کے دب جانے سے لہو نہین تھمتا اور لہو برابر جاری رہتا ہے اگرچہ زخم دب جائے مرزا نے اسکو دیکھکر یہہ مضمون نکالا کہ کام رُک جائے تو یہہ سمجھنا چاہیے کہ بند ہو گیا بلکہ یون جانئے کہ جاری ہو گیا۔ فارسی مین ضرب المثل ہے مصرع صد در شود کشادہ چو بستہ شود درے ٭ اس شعر کا مضمون اس ضرب المثل کے قریب قریب واقع ہوا ہے۔ قرینہ یہہ کہ ایک جگہہ کام رک گیا تو دوسری جگہہ جاری ہو جائیگا۔

رہزنی ہے کہ دلستانی ہی	لیکے دل دلستان روانہ ہوا

قافیہ معمولہ سے شعر مین کسیقدر رقت اور اشکال اور حسن پیدا ہو جاتا ہی اور قافیہ معمولہ جو دلچسپ اور دلکش ہو مشکل سے حاصل ہوتا ہی اسی لئے اکثر شعراے نامدار قافیہ معمولہ پر مرتے ہین۔ خواجہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین ؎

ساقی ما نرفت خانہ ہنوز ٭ مستم از بادۂ شبانہ ہنوز

میکشی و بغمزہ میگوئی　　توبہ کردی ز عشق یا نہ ہنوز

یا نہ = قافیہ معمول ہے اور شمس الدین فقیر رح مصنف حدایق البلاغہ فرماتے ہین - رباعی -

گر شمع نہ دلجوئی پروانہ کند　　بر آتش او زدور پروانہ کند

فریاد ز شمع من کہ در آتش عشق　　پروانہ صفت سوزم و پروانکند

پروانکند = قافیہ معمول ہے اور لطف یہہ کہ ایک تو پروانکردن یعنے پر کہولنا پر نکشادن اور دوسرا پروانکردن یعنے پروانکرنی سے یعنے بے پروائی اور بے اعتنائی کرنا -

آج غالب غزل سرا نہوا		کچہہ تو پڑہیے کہ لوگ کہتے ہین

قائل نے آپ کو شخص غیر قرار دیا ہے جیسا کہ فارسی کے شعرا کا دستور ہے اور فرضی شخص غیر سے کہتا ہے کہ اسے صاحب آج غالب تو غزل سرا نہوا لہذا محفل سخن بے لطف و بے رونق ہے - جہان غالب غزل پڑہتا ہی وہان لطف سخن حاصل ہوتا ہے - خیر آج آپ ہی کچہہ پڑہیے کیونکہ غالب کے بعد آپکا نمبر ہے اور غالب کے بعد سیکو آپ کے کلام مین لطف آتا ہے مطلب یہہ کہ مین اپنے معاصرون اور ہمطرحون مین سب سے بہتر ہون اور اس مقطع مین معاصرون پر طعن و تعریض کیا ہے کہ وہ مجہہ سے درجے مین گہٹکر ہین - سالم غزل پڑہنے کے بعد یہہ قول کہ (کچہہ تو پڑہیے) کنایہ ہی جس سے طنز و تعریض دوسرے شعرا پر مقصود ہے - غزل سرا =

غزل پڑھنے والا - غزلخوان -

گہر مین محو ہوا اضطراب دریا کا	گلہ ہے شوق کو دل مین بھی تنگی جا کا
٢ ١	٢ ١

شاعر نے اس شعر مین شوق کو دریا سے اور دل کو گوہر سے تشبیہ دی ہے اور کہتا ہے کہ دریا یعنے شوق گوہر مین یعنے دل مین محو ہو گیا - باوجود اسکے شوق تنگی جا کا گلہ مند ہے حالانکہ دل کی وسعت معلوم و مشہور ہے کہ قُلُوبُ المُؤمِنِینَ عَرشُ اللہ تعالیٰ - عرش کی وسعت تمام آسمانون سے بڑھ کر ہے - مگر پھر بھی گلہ باقی ہے - تو یہ غضب کا شوق ہوا - اگرچہ سچا موتی جثہ اور مقدار مین چھوٹی چیز ہوتا ہے مگر قیمت مین گران ہوتا ہے اسیطرح دل اگرچہ بظاہر ایک ذراسی چیز ہے مگر کمالات باطنی وروحانی کے لحاظ سے ایک بہت بڑی اور وسیع شئے سمجھی جاتی ہے - اس شوق کو تمام زمین و آسمان کی گنجایش کافی و مکتفی نہو گی - قائل کا مطلب یہہ ہے کہ ہمارا شوق بیحد و بے حساب ہے - اس شعر مین اپنے شوق کی وسعت و فراخی کو بیان کرتا ہے - مگر مرزا کا یہہ طرز بیان اہل فصاحت کے پسند نہین ہوسکتا - دوسرے معنے اسطرح ہوسکتے ہین کہ پہلا مصرع سالم استفہام انکاری مان لیا جاے یعنے شوق کو دل مین بھی تنگی جا کا گلہ نہین ہے کیونکہ دل بحیثیت جثہ ایک چھوٹی سی چیز اور گوہر سے مشابہ ہے جسطرح دریا کا اضطراب گوہر مین نہین ہوتا اسیطرح شوق کا گلہ دل مین نہین ہے کیونکہ وہ تو یعنے شوق دل مین فنا ہو گیا - اضطراب دریا تلاطم و امواج سے

مراد ہے۔ مگر ان معنون کو (بھی) کا لفظ مانع ومزاحم ہے۔ یا (بھی) کو حشو سمجھہ لیجئے کہ وزن کے لئے آگیا ہے اور معنًا کوئی تعلق نہین رکھتا مگر اسصورت مین حشو قبیح ہو گا جو عیب ہے۔ محو ہونا = فنا ہونا۔

یہہ جانتا ہون کہ تو اور پاسخ مکتوب	مگر ستم زدہ ہون ذوق خامہ فرسا کا

یعنے ذوق خامہ فرسا کیوجہ سے کچھہ نہ کچھہ لکھتا رہتا ہون اگرچہ جواب نہ آئے۔ ذوق خامہ فرسا وہ ذوق ہے جو خامہ فرسائی کرے اور کچھہ نہ کچھہ لکھوائے۔ ذوق موصوف اور خامہ فرسا اُسکی صفت ہے۔ خامہ فرسا اسم فاعل ترکیبی ہے یعنے فرسانیدۂ خامہ۔ قلم گھسانیوالا۔ ظاہر ہے کہ لکھنے سے قلم گھس جاتا اور فرسودہ ہو جاتا ہے۔ اور = استبعاد کیلئے ہے یعنے یہہ بات بعید ہے کہ تو پاسخ مکتوب لکھے۔

غم فراق مین تکلیف سیر باغ ندو	مجھے دماغ نہین خندہ ہائے بیجا کا

مجھے دماغ نہین = یہہ فارسی محاورے یعنے (دماغ ندارم) کا ترجمہ ہے دماغ ندارم یعنے مجکو قوت شامۂ صحیح نہین ہے

ہنوز محرمئ حسن کو ترستا ہون	کرے ہے ہر بن مو کام چشم بینا کا

یعنے باآنکہ ہر بن مو چشم بینا کا کام کرتا ہے مگر تا ہم محرمئ جمال حقیقی یا مجازی سے محروم ہون یعنے دیدار میسر نہین۔ محرمی = نزدیکی واقفکاری

کو = بمعنی برائے ۔ کیلئے ۔ ترسنا = کسی چیز کے لئے حد سے زیادہ خواہش کرنا ۔ خواہشمند ہونا ۔ کرسے ہے اب متروک ہے اسکی جگہہ مین کرتا ہے کہین گے

دل اُسکو پہلے ہی ناز و ادا سے دے بیٹھے	ہمین دماغ کہان حسن کے تقاضا کا

تقاضا اسم غیر سالم ہے مگر مرزا نے اسے سالم باندہا ہے ۔ حسن کے تقاضے کا چاہیے تہا ۔ ہمین دماغ کہان یعنے ہمین دماغ نہین ہے ۔

نہ کہہ کہ گریہ بمقدار حسرت دل ہے	مری نگاہ مین ہے جمع و خرج دریا کا

یعنے گریہ بمقدار دریا کے ہے ۔ گریہ مین مبالغہ کیا ہے ۔
بمقدار = اسمین با موافقت کیلئے ہے یعنے موافق مقدار ۔ مطلب یہ کہ گریہ حسرت دل سے بڑہکر ہے اور گریہ کی مقدار بقدر دریا کے ہے نہ بقدر حسرت دل کے ۔ کیونکہ دل چہوٹی چیز ہے اور دریا تمام دنیا کو گہیرا ہوا ہے ۔

قطرۂ مے بسکہ حیرت سے نفس پرور ہوا	خط جام مے سراسر رشتۂ گوہر ہوا

یعنے معشوق نے جام شراب جب اپنے منہ سے لگایا تو اُس کے حسن سے شراب کو اسقدر حیرت ہوی کہ ہر ایک قطرۂ شراب ایکایک گوہر بنگیا ۔ گوہر کیلئے رشتہ چاہیے تہا ۔ شاعر نے خط جام کو رشتہ قرار دیا ہے

یہ شعر نہایت لطیف اور مشکل اور نازک خیالی کا عمدہ نمونہ ہے۔
حیرت سے اشیای سیال کا منجمد ہوجانا اور چیزہاے روان کی رفتار
بند ہو جانا ایک ایسا مضمون ہے جسکو شعراے نازک خیال نے کسی طرح
اور کثرت سے باندھا ہے۔ نفس پرور۔ یعنے روح پرور۔ جان پرور
اس شعر مین سراسر کا لفظ حشو اور زائد ہے۔ حیرت سے یعنے حسن و جمال
معشوق کی حیرت سے یا لب معشوق کی حیرت سے بہر حال دونو معنے
مربوط ہین۔

اعتبار عشق کی خانہ خرابی دیکھنا	غیر نے کی آہ لیکن وہ خفا مجھپر ہوا

غیر نے الخ یعنے معشوق نے سمجھا کہ مین نے آہ کی لہذا مجھپر خفا ہوا حالانکہ
آہ غیر نے کی ہے مگر چونکہ عاشقی مین میرا اعتبار ہوگیا ہے لہذا غیر کی آہ
کو میری آہ تصور کرتا ہے۔

جب بتقریب سفر یار نے محمل باندھا	تپش شوق نے ہر ذرہ پہ اک دل باندھا

یعنے تپش شوق نے جدائی کے خیال سے دلکو بیحد پریشان کردیا۔ ذرون پر
دل باندھنا کنایہ ہے دل کے پریشان و مضطرب ہونے سے محمل =
ہودج۔ محمل باندھنا = محمل بستن کا ترجمہ ہے۔ لفظ محمل مذکر ہے

اہل بینش نے بحیرت کدۂ شوخی ناز	جوہر آئینہ کو طوطی بسمل باندھا

یعنے شوخی نے حیرت کو مبدل باضطراب کر دیا۔ حالانکہ حیرت غیر متحرک شئے ہے۔

یاس و امید نے یک عربدہ میدان مانگا		عجز ہمت نے طلسم دل سائل باندھا

سوال کرنیوالے کو دونوں باتین یعنے یاس و امید ہوتی ہین یعنے یہہ مایوسی بھی ہوتی ہے کہ میرا سوال رد ہو جائیگا اور یہہ امید بھی ہوتی ہے کہ میرا سوال قبول ہو جائیگا۔ سوال کرنیوالے کو ہرگز اس بات کا یقین نکرنا چاہئیے کہ میرا سوال بالضرور قبول ہو جائیگا یا رد ہو جائیگا کیونکہ رد و قبول دوسرون کے ہاتھہ مین ہے۔ اور سائل کا کام صرف سوال کرنے کا ہے اس شعر مین یک عربدہ میدان کی ترکیب محل تامل ہے کیونکہ یہہ فارسی کے اہل لسان کی ترکیب نہین ہے۔ یہہ شعر بے معنے معلوم ہوتا ہے یون شارحین جو معنے چاہین لگا دین مگر مضمون خیز شعر نہین ہے۔

درماندگی مین غالب کچھہ بن پڑے تو جانون		جب رشتہ بے گرہ تھا ناخن گرہ کشا تھا

دوسرے مصرع کے یہہ معنے ہین کہ اب رشتہ مین گرہ پڑ گئے ہین مگر ناخن گرہ کشا نہین ہے اور ناخن گرہ کشا اُس زمانہ مین تھا جبکہ رشتہ بے گرہ تھا۔
درماندگی = عاجزی - ناچاری۔

بعد یک عمر ورع بار تو دیتا بارے		کاش رضوان ہی در یار کا دربان ہوتا

یک عمر ورع = یعنے ورع یک عمر۔ مقلوب الترکیب ہے۔ عمر کو بغیر اضافت کے پڑہنا چاہئے۔ یک عمر ورع۔ یعنے ایک مدت کا زہد و تقوی۔ فصحا اسطرح کہین گے کہ زہد بسیار یا زہد شاق۔ مرزا نے مرزا بیدل و ناصر علی کی تقلید سے یک عمر ورع کہا ہے۔ یہہ ترکیب اور ایسے تراکیب اہل لسان کے پاس محض لغو اور تکلف لا طایل مانے جاتے ہین۔ مرزا بیدل اور شیخ ناصر علی اور مرزا غالب ایک وضع کے تین سوار ہین جو اپنی چال مین برابر چلے جاتے ہین۔ وَرَع = بفتحتین زہد و پرہیز گاری۔ بار دینا = یعنے آمد و رفت کی اجازت دینا۔ بارے = کلمۂ ایجاب ہے۔

ہوا جب غم سے یون بے حس تو غم کیا سر کے کٹنے کا	نہ ہوتا گر جدا تن سے تو زانو پر دہرا ہوتا

یہہ کلام سر کٹنے سے پہلے کا ہے یعنے شاعر کا یہہ کلام بالفعل نہین ہے بلکہ بالقوہ ہے۔

ہوئی مدت کہ غالب مر گیا پر یاد آتا ہے	وہ ہر اک بات پر کہنا کہ یون ہوتا تو کیا ہوتا

(کیا) تعظیم کیواسطے ہے یعنے غالب مر گیا مگر ہمین اسکی آرزوئین اور تمنائین یاد آتی ہین کہ وہ ہر ایک بات پر کہا کرتا تہا کہ ایسا ہوتا تو کیا اچہا ہوتا یعنے سرکار انگریزی کیطرف سے پنشن جاری ہو جاتی یا بادشاہ دہلی کے پاس سے سہرہ کا صلہ ملجاتا یا کلکتہ مین اوستادی کا سکہ بیٹھ جاتا الغرض اب اسکی خواہشات یاد آتے ہین اور افسوس ہوتا ہے۔ قائل نے یہان اپنے کو

شخص غیر قرار دیا ہے۔ اور یہہ فارسی و اردو مین درست ہے۔ قاعدہ ہوتا ہے
کہ کسی شخص کے مرنے کے بعد اُس کے دوست اور احباب اُسکی نیکیان
اور نیک خواہشات اور اچھی باتین یاد کر کے افسوس کرتے ہین اور اس سے
اونکا منشا یہہ ہوتا ہے کہ آخرت مین اللہ تعالی اُس میت کا مرتبہ بلند کرے
اور دنیا مین جو محرومی ہوی ہے اسکا بدلہ آخرت مین ملے

یک ذرہ زمین نہین بیکار باغ کا	یان جادہ بھی فتیلہ ہی لالہ کی داغ کا

اس شعر کو بمشکل با معنی کہہ سکتے ہین۔ یہان مصنف کا طائر خیال اسقدر
بلند ہوا ہے کہ نظرون سے غائب ہو گیا ہے گویا معدوم و فنا ہو گیا ہے
بہرحال نہایت خوض و غور کے بعد یہہ معنے میرے ذہن مین آتے ہین کہ
شاید اس شعر مین دنیا کی بے ثباتی کا مضمون لکھا ہے یعنے اہل دنیا کی
عبرت پذیری اور نصیحت یابی کے لئے باغ کی زمین کا ایک ذرہ بیکار نہین
ہے باغ مین جو راستہ ہے جسپر لوگ خوشی خوشی سے باغ کی سیر کے مزے
اُڑاتے ہوے چلتے پھرتے ہین اگر غور کیجئے تو یہہ جادہ داغ لالہ کا
فتیلہ ہے یعنے یہہ جادہ اس بات کو روشن کر رہا ہے اور بتا رہا ہے
کہ دنیا عیش و عشرت کی جگہ نہین ہے بلکہ عشرت پرستی دنیا کا حاصل داغ
ہے اور داغ بھی خاص لالہ کا داغ جو کبھی منقطع اور علیحدہ ہو نہین سکتا۔
ظاہر ہے کہ داغ لالہ ہمیشہ لالہ کے ساتھہ ہی رہتا ہے اور لالہ حالانکہ باغ مین ہے
مگر داغدار ہے اور یہہ طرفہ ماجرا ہے کہ جو شخص شب و روز باغ مین جو عیش

وعشرت کی جگہہ ہے رہے اور پھر وا غداری ہو۔ آخر اس داغداری کی کوئی وجہ خاص ہو گی۔ فتیلہ روشنی کے لئیے ہوتا ہے اور فتیلہ سے تاریکی دور ہوتی ہے اور وہ تاریکی مین اشیا کو دکھاتا ہے۔ یہان فتیلہ سے مراد فتیلۂ روشن ہے نہ کہ فتیلہ خاموش۔ مطلب یہہ کہ دنیا بے ثبات ہے اور عیش وعشرت کی جگہہ نہین۔ دیکھو لالہ جو باغ مین ہے وہ خود داغدار ہے اور باغ کا جادہ اس بات کو دکھانے کیلئے اہل نظر کی آنکھون مین فتیلۂ روشن کا کام دے رہا ہے۔ جادہ کو فتیلہ کے ساتھہ تشبیہ دی ہے اور وجہ شبیہ درازی ہے جو جادہ اور فتیلہ دونون مین مشترک ہے۔ یہہ شعر کوہ کندن وکاہ برآوردن کا مصداق ہے۔

بے مے کسے ہے طاقت آشوب آگہی	کھینچا ہے عجز حوصلہ نے خط ایاغ کا

آگہی۔ ہوشیاری۔ یعنے بغیر شراب کے آشوب ہوشیاری کی طاقت کسی کو نہین ہے مطلب یہہ کہ ہم کو بغیر شراب کے ہوشیاری حاصل نہین ہوتی جب ہم شراب پیتے ہین تب کام کرینگے یا شعر کہنے کی قوت اور طاقت ہم کو حاصل ہوتی ہے مسعود سعد شراب کی تعریف مین فرماتے ہین

بخواہ آن طبع را قوت بخواہ آن کام را لذت + بخواہ آن چشم را لالہ بخواہ آن مغز را عنبر۔ شراب کا مقوی طبع ہونا اس شعر سے ثابت ہے چونکہ آزاد منش اور بے پروا لوگ ہوشیاری کو بری چیز جانتے ہین لہذا ہوشیاری کو آشوب کہا ہے۔ آشوب یعنے فتنہ وفساد وہنگامہ۔ کھینچا ہے عجز

حوصلہ نے خط ایاغ کا — یعنے شراب ہونے سے حوصلہ عاجز ہوگیا ہے۔

کہتے ہین جسکو عشق خلل ہے دماغ کا	بلبل کے کاروبار پہ ہین خندہ ہائے گل

بلبل کے کاروبار پہ ہین خندہ ہائے گل = یہہ مصرع ردلف لام مین بھی آیا ہے
اس شعر کے یہہ معنے ہین کہ بلبل کی عشقبازی اور نواسازی پر گل ہنستے ہین اور
بلبل اس بات کو سمجھتا ہی نہین اور اپنے کاروبار سے جو عاشقی و نغمہ گری ہے
باز نہین آتا تو اُسکے عدم فہم کیوجہ سے یہہ ثابت ہوا کہ بلبل عاشق مزاج کا
دماغ صحیح نہین ہے اور عشق و عاشقی خلل دماغی کا نام ہے۔ کیونکہ ہوشیار
ہوتا تو اپنی تضحیک و رسوائی کو پسند نکرتا اور ترک عاشقی کرتا۔ اس شعر مین
یہہ بات بیان کی ہے کہ عشق بُری چیز ہے اور برخلاف اہل عرفان کے
عشق کی مذمت کی ہے۔ میرزا نے اور ایک جگہہ عشق کی توہین کہی ہے
عشق نے غالب نکما کردیا + ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے + کتاب
سلم الادب مین لکھتے ہین کہ فیثاغورس حکیم نے عشق کی تعریف مین کہا ہے
عشق خاصیت طبعی ہے کہ دل مین پیدا ہوجاتی ہے۔ حرکت کرتی ہے
اور بڑھتی ہے اور پھر پرورش پاتی ہے۔ اور حرص کے بہت سے مادے
اس کے ساتھہ جمع ہوجاتے ہین اور جتنی زور پر آتی ہے۔ اُتنی ہی صاحب
عشق کی گھبراہٹ اور دلبستگی۔ دراز نفسی طمع کی آرزوؤن کا سوچ جستجو کی
حرص طول کھینچتی ہے یہانتک کہ غم پر اضطراب تک نوبت پہنچ جاتی ہے
خون بدن مین اسوقت جل جاتا ہے اور مادہ صفراوی بھڑک کر سودا

تبدیل ہو جاتا ہے۔ سوداکی طبیعت مین فساد فکر داخل ہے اور فساد فکر کے ساتھہ ہی زوال عقل ہوتا ہے۔ اور ناممکن بات کی امید۔ آرزو سے بے انتہا۔ یہانتک کہ یہہ جنون کو نوبت پہنچا دیتی ہے۔ اکثر ایسے وقت مین عاشق نے اپنے تئین مارڈالا ہے۔ اکثر غم کے مارے مرگیا ہے۔ اکثر معشوق کیطرف دیکھا اور شادی مرگ ہوگیا۔ اکثر ایک ٹھنڈی سانس لیا ہے اور دم گھٹ کر رہ گیا ہے۔ ۲۴ گھنٹے تک اسطرح رہا ہے کہ لوگ جانتے ہین مرگیا۔ اُسے دفن کر دیتے ہین مگر وہ زندہ ہوتا ہے اکثر اوپر کو سانس لیا ہے۔ دم غلاف دل مین گھٹ جاتا ہے۔ دل اُس پر چمیٹ جاتا ہے کہ پھر نہین کہلتا یہانتک کہ مرجاتا ہے۔ اور تو اُسے دیکھے گا کہ جس پر عاشق ہے جب اُسکا ذکر کیا جائے تو لہو اُسکا ہٹ جاتا ہے۔ اور رنگ بدل جاتا ہے شیخ ابن سینا کہتا ہے کہ عشق ایک وہم فاسد کا مرض ہے جیسے دیوانہ پن کہ بعض صورتون اور عادتون کے اچھا ہونے پر دل کو قایم کرکے انسان اس مرض کو خود اپنے اوپر لیتا ہے کبھی اس کے ساتھہ ہوس جماع کی بھی ہوتی ہے اور کبھی نہین ہوتی صحراے عرب کی ایک عورت نے کہا کہ عشق ٹھری ہوی چیز کے ہلا دینے اور ہلی ہوی چیز کے ٹھرا دینے کو کہتے ہین۔ بعض اہل ادب نے کہا ہے کہ جنون قسم قسم کا ہے۔ ایک قسم اسمین سے عشق بھی ہے قاموس مین ہے کہ عشق پیار کرنے والے کا گھمنڈ کرنا ہے اپنے پیارے پر۔ یا محبت کا بیحد ہونا۔ پاکدامنی کے ساتھہ بھی ہوتا ہے

اور ناپاکی کے ساتھہ بھی - یا اُس کے عیوب سے عقل کا اندھا ہو جاتا ہے
یا ایک مرض وہمی ہے کہ بعض صورتوں کے اچھا سمجھنے پر دل لگا کر انسان
اُس مرض کو آپ اپنے سر لیتا ہے - عَشِقَہ جیسا عَلِمَہ عِشْقًا بالکسر اور
بالتحریک (یعنی دونوں زبروں سے) ہے - مرد عاشق اور عورت عاشق
بھی اور عاشقہ بھی اور تعشّق یعنی وہ بناوٹ سے عاشق بنا - اور
سِکّیت کے وزن پر ہو تو بڑا عشق والا -

تازہ نہیں ہے نشۂ فکر سخن مجھے	تریاکی قدیم ہوں دودِ چراغ کا

یعنی زمانۂ قدیم سے دودِ چراغ کی تریاک کھایا کرتا ہوں - یعنی رات بھر
اور تمام شب چراغ سامنے رکھکر فکر کر کے اشعار کہتا ہوں - دودِ چراغ
خوردن فارسی کا محاورہ ہے اور مرزا نے یہہ مضمون اسی محاورہ سے
اخذ کیا ہے - تریاکی = منسوب بہ تریاک ہے جیسے افیون کھانیوالے
کو افیونی کہتے ہیں اسیطرح تریاک کھانے والے کو (تریاکی) کہا ہے
اور اسیطرح شرابی و کبابی وغیرہ الفاظ آئے ہیں - شرابی یعنی شراب
پینے والا - وقِس علیٰ ھٰذا - افیونی و تریاکی و شرابی و کبابی کی
یا یائے فاعلی ہے تریاک = پاد زہر -

بے خونِ دل ہے چشم میں موج نگہ غبار	یہہ میکدہ خراب ہے مے کے سراغ کا

قائل نے خونِ دل کو شراب اور چشم کو شراب خانہ قرار دیا ہے - یہاں خراب کا

لفظ ایہامی لفظ ہے کیونکہ خراب بمعنی مست و ویران آیا ہے۔ معنی اول یعنے مست کے لحاظ سے یہہ لفظ میکدہ اور مے کے ساتھہ مناسبت رکھتا ہے۔ کیونکہ شراب مستی آور اور مست کرنے والی چیز ہے۔ اور اس شعر مین معنیٔ ثانی یعنے ویران مراد ہے۔ غبار مین حرف با ہے لہذا بے اور با صنعتِ تضاد ہے۔ حاصل شعر یہہ کہ ہماری آنکہہ خون دل کی تلاش کر رہی ہے یعنے خون رونا چاہتی ہے۔

باغ شگفتہ تیرا بساط نشاط دل
ابر بہار خمکدہ کس کے دماغ کا

باستثنا و ثوق صراحت کے اس شعر کے معنے کل شارحون نے غلط لکھے ہین۔

وہ مرے چین جبین سے غم پنہان سمجھا
راز مکتوب بہ بے ربطیٔ عنوان سمجھا

یعنے معشوق نے میرے چین جبین کو دیکھکر یہہ سمجھا کہ مین غمگین ہون۔ دوسرے مصرع مین سمجھا کی جگہہ فہمید لکھدیجئے تو سالم مصرع فارسی بنجاتا ہے۔ مصرع راز مکتوب بہ بے ربطیٔ عنوان فہمید۔ بعض کاتبون نے بہ کو بے یعنے پر کا مخفف لکھدیا ہے جس سے دوسرا مصرع بے معنے ہوگیا تہا یہہ بہ تعلیل کے لئے یعنے بمعنیٔ از آیا ہے۔ بہ بے ربطیٔ عنوان یعنے بہ سبب بے ربطی عنوان کے سمجھا کا فاعل معشوق ہے۔ غم پنہان یعنے غم دل۔

بدگمانی نے نہ چاہا اُسے سرگرم خرام
رخ پہ ہر قطرہ عرق دیدۂ حیران سمجھا

معشوق کی بدگمانی نے معشوق کو سرگرم خرام نچاہا - یعنے معشوق جو سرگرم خرام نہین ہوتا ہے اسکی وجہ کیا ہے - ؟ اُسکا سبب یہہ ہے کہ مشی اور سرگرمی رفتار سے چہرہ پر پسینہ آتا ہے اور پسینے کے قطرے آنکھون سے کسیقدر مشابہت اور ہمشکلی رکھتے ہین تو معشوق نے بوجہ بدگمانی کے اُن قطرون کو اپنے عاشقون کی آنکھین تصور کرلین اور یہہ سمجہا کہ راہ چلنے مین اسکے چہرے پر اپنے عاشقون کی آنکھین لگ جاتی ہین لہذا سرگرم خرام نہوا - دیدۂ حیران = یعنے دیدہ حیران عاشق کا جو معشوق کے حسن و جمال و ناز و انداز کو دیکھکر محض حیران اور مبہوت و بے حس ہوگیا ہے -

عجز سے اپنے یہہ جانا کہ وہ بدخو ہوگا	نبض خس سے تپش شعلۂ سوزان سمجہا

یعنے معشوق سرکش کے سامنے عاجزی و انکساری بیکار و فضول ہے جیسے فارسی کا شاعر کہتا ہے ؎ اظہار عجز پیش ستم پیشہ چارہ نیست + اشک کباب باعث طغیان آتش است + تپش تپیدن کا حاصل بالمصدر ہے تپیدن یعنے تڑپنا - لفظ تپش نبض کے ساتہہ مناسبت رکہتا ہے - کیونکہ نبض مین تڑپ اور حرکت ہوتی ہے شاعر کہتا ہے کہ جسطرح شعلہ خس کو جلا دیتا ہے اوسیطرح معشوق افروختہ میری عاجزی سے زیادہ بدخو ہوتا ہے

سفر عشق مین کی ضعف نے راحت طلبی	ہر قدم سایہ کو مین اپنے شبستان سمجہا

مصرع از ضعف ہر جا کہ نشستیم وطن شد - کا مضمون ہی شبستان مین راحت

راست ہوتی ہے اور سایہ کو ضعف کے ساتھہ تشبیہ تامہ ہے کیونکہ وہ بھی افتادہ ہوتا ہے ضعیفون کیطرح۔ اور سفر مین چلنا ہوتا ہے لہذا یہہ لف و نشر مرتب ہوا۔

تھا گریزان مژہ یار سے دل تا دم مرگ	دفع پیکان قضا اسقدر آسان سمجھا

اس شعر مین پیکان قضا اور دم مرگ اور مژہ یار ایسے الفاظ ہین کہ اُن کے ساتھہ لفظ زخم کمال درجہ کی مناسبت و لطافت و نزاکت رکھتا ہے لہذا حضرت قبلگاہی مولانا والہ مرحوم و مغفور کا دخل قابل تعریف ہے۔ لفظ زخم کی مناسبت سے اس موقع پر شاعر نازک خیال کا ذہن ہی محظوظ ہو سکتا ہے۔ دفع کا لفظ بیہودہ ہے۔ اور لطف یہہ معنی مین کوئی نقصان نہین آتا یعنے دل نے تا دم مرگ یہہ سمجھا کہ مژہ یار سے بھاگ جاونگا تو زخم پیکان قضا سے محفوظ رہونگا حقیقت مین حضرت والہ مرحوم کا یہہ نسخہ قابل داد و انصاف ہے نہ لایق گرفت و گیر مرزا غالب دہلوی کوئی پیغمبر نہین تھے جو اول سے آخر تک معصوم اور غلطی سے محفوظ رہ سکتے۔ مژہ کی تشبیہ نشتر کے ساتھہ دیجاتی ہے اور نشتر کا کام زخم کرنیکا ہے۔ مرگ بعض وقت زخم سے واقع ہوتا ہے۔ اور پیکان کا یہہ کام ہے کہ زخم کرے۔ ان وجوہات سے زخم کا لفظ مناسب ہے۔

دل دیا جان کے کیون اُسکو وفادار اسد	غلطی کی کہ جو کافر کو مسلمان سمجھا

یعنے معشوق بیوفا ہے اُسکو جو وفادار سمجھا تو یہہ غلطی کی اور معشوق بیوفا کو وفادار جاننا ایسی غلطی ہے جیسے کوئی شخص نادانی سے کافر کو مسلمان سمجھے۔ اسد = منادی یعنے اے اسد۔ اُسکو = یعنے معشوق بیوفا کو پہلے مصرع کا مضمون اسطرح ہے کہ اے اسد کیون اُسکو یعنے معشوق کو وفادار سمجھکر تونے اپنا دل دے دیا۔ کافر اور مسلمان صنعت تضاد ہے جسکا دوسرا نام طباق ہے۔ جان کے = یعنے سمجھکر اور جان بمعنی روح بھی آیا ہے۔ اور یہہ دوسرے معنے یعنے روح جو یہان غیر مقصود او رنامطلوب ہین لفظ دل کے ساتھہ مناسبت رکھتے ہین۔ کیونکہ دل اور جان لازم و ملزوم چیزین ہین اور روح کا مُقام دل ہے لہذا لفظ جان سے اس شعر مین صنعت ایہام التناسب پیدا ہوگئی۔ شعر صاف اور نہایت عمدہ بلکہ لاجواب ہے۔

دیکھکر غیر کو ہو کیون نہ کلیجا ٹھنڈا	نالہ کرتا تھا و لے طالب تاثیر بھی تھا

کلیجا ٹھنڈا ہونا محاورہ ہے اسکے معنے ہین مراد بر آنا۔ خوش ہونا۔ آرام پانا۔

پیشہ مین عیب نہین رکہئے نہ فرہاد کو نام	ہم ہی آشفتہ سرون مین وہ جوانمیر بھی تھا

پیشہ = پیشہ یہی کہ فرہاد نے سنگتراشی کا کام کیا تہا کسیکو نام رکہنا = محاورہ ہے۔ اسکے معنے ہین کسیکو عیب لگانا۔ بدنام کرنا۔ برا کہنا۔ آشفتہ سر = دیوانہ۔

ہمہ نا امیدی ہمہ بدگمانی	مین دل ہون فریب وفا خوردگان کا

ہمہ نا امیدی ہمہ بدگمانی = یہہ دونون صفات اُس دل کے ہین جس نے
وفا ہی بیوفایان کا فریب کہایا ہے ۔

چھوڑا مہ نخشب کیطرح دست قضا نے	خورشید ہنوز اُسکے برابر ہنوا تہا

ماہ نخشب = وہ چاند ہے جسکو حکیم ابن عطا مشہور بہ ابن مقنع نے جادو
اور شعبدہ کے اصول پر سیماب اور دوسرے اجزا سے بنایا تہا - وہ چاند
برابر دو مہینون تک ہر رات کو ایک کنوین سے جو کوہ سیام کے نیچے
واقع تہا نکلتا تہا اور اُسکی روشنی بارہ میل تک جاتی تہی - جاننا چاہئے
کہ دو مہینون کے بعد یہہ شعبدہ مفقود و معدوم ہوگیا نخشب بفتح نون و
سکون خاء معجمہ و با موحدہ ایک شہر کا نام ہے جو ملک ماوراء النہر مین
ہے - ماہ نخشب کو ماہ سیام بہی کہتے ہین اور کوہ سیام ایک پہار کا نام ہے
جو شہر نخشب مین ہے - اس شعر کا مضمون یہہ ہے کہ جب آفتاب نے ہمارے
معشوق سے برابری کا دعوی کیا تو کارکنان قضا و قدر نے ماہ نخشب
کیطرح آفتاب کو چاہ مغرب مین جہونک دیا یعنے غروب کر دیا - اس قبیل کے
اچہے اچہے مضامین بعض اردو کے اور نامور شعرا نے بہی نکالے ہین چنانچہ
میر سوز رح کہتے ہین ؎ دعوی کیا تہا گل نے اُس رخ سے رنگ و بو
کا * مارین صبا نے دہولین شبنم نے منہ مین تہوکا - میر تقی رح ؎
کیا خوبی اُسکے منہ کی اے غنچہ نقل کرئے * تو تو نہ بول ظالم بو آتی ہے
دہان سے * ولہ ؎ چمن مین گل نے جو کل دعوی جمال کیا * جمال

یار نے منہ اوسکا خوب لال کیا - مرزا سودا رح ؎ برابری کا تری گل نے جب خیال کیا ✤ صبا نے مار تھپیڑا منہ اُسکا لال کیا - میرزا غالب نے اپنے شعر مین دعوی یا برابری کا لفظ حذف کردیا ہے تاکہ شعر مین رقت واشکال پیدا ہوا اور جادۂ خیالبندی کے مطابق ہوجائے -

توفیق باندازۂ ہمت ہے ازل سے		آنکھوں مین ہے وہ قطرہ کہ گوہر نہوا تھا

اس شعر مین معاصی اور خطیات پر شرمندگی و خجالت سے گریہ کرنے اور رونے کی ترغیب و تحریص دی ہے چنانچہ مولوی رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین ؎ آخر ہر گریہ ماخندہ ایست ✤ مرد آخر بین مبارک بندہ ایست - اور معہذا بلند ہمتی کی تعریف کی ہے - **توفیق** = اس لفظ کے لغوی معنے یہہ ہین کہ کسی شئے کو کسی شے کے ساتھہ مساوی بنادینا اور اصطلاحی یہہ معنے ہین کہ اللہ جلشانہ اسباب نیوی کو مخلوقات کی خواہش کے مطابق جمع کردے یعنے جیسی تمنا ہو ویسے ہی سامان فراہم ہوجائین تاکہ اُن کی مراد بر آئے - اور یہہ لفظ صرف امور خیر مین مستعمل ہوتا ہے - مختصر معنے یہہ ہین کہ آرزو کے موافق سامان فراہم ہونا - یہان اصطلاحی معنے مراد ہین **ہمت** = غم اور فکر اور مجازاً ارادہ بلند کو کہتے ہین - یہان مجازی معنے مراد ہین - اس لفظ کے اور بھی کئی معنے ہین جو لغات کے دیکھنے سے معلوم ہونگے - **ازل** = وہ زمانہ جسکو ابتدا نہو -

دریائے معاصی تنک آبی سے ہوا خشک	میرا سر دامن بھی ابھی تر نہوا تھا

یعنے مین گنہگار ہون - تُنُک آبی = یہہ لفظ مرکب ہے تنک اور آبی سے تنک بضمتین اور یہہ کاف عربی ہے نہ فارسی - تنک کے معنے ہین کم اور تھوڑا - اور یا مصدری ہے تنک آبی کے معنے ہین کم آب ہونا - کم پانی والا ہونا - تھوڑا پانی رکھنے والا ہونا - سر دامن = دامن کا کنارہ

جاری تھی اسدؔ داغ جگر سے مری تحصیل	آتشکدہ جاگیر سمندر نہوا تھا

یعنے اس سے پیشتر کہ آتشکدہ جاگیر سمندر ہو جاے میرے داغ جگر سے تحصیل جاری تھی یعنے مین آتش عشق مین بہت قدیم سے جل رہا ہون - میرے بعد سمندر کو آتشکدہ کی جاگیر ملی ہے - اس شعر مین شاعر نے اپنی قدامت عاشقی کا ذکر کیا ہے - سَمَنْدَر = ایک جانور کا نام ہے جو چوہے کی شکل کا ہوتا ہے اور آگ مین پیدا ہوتا ہے - اور آگ مین رہتا ہے - جب آگ سے نکالا جاے تو مر جاتا ہے حضرت قبلگاہی مولانا والد مرحوم فرماتے ہین ؎ روز الست و عہد بلا بود + آن دم کہ کردی پیمان دل من +

شب کہ وہ مجلس فروز خلوت ناموس تھا	رشتۂ ہر شمع خار کسوت فانوس تھا

یعنے شمع جمال معشوق کے سامنے بے رونق ہو رہی تھی - اردو زبان مین

شمع مونث ہے نہ مذکر چنانچہ **صبا** کہتے ہین ؎ ہوے پیراب داغ الفت کہان سحر ہو گئی شمع رخصت ہوی ✤ **وہ** = یعنے معشوق **شمع** = موم بتی **رشتۂ شمع** = موم بتی مین جو تاگا ہوتا ہے جس سے موم بتی جلتی ہے اسکو رشتۂ شمع کہتے ہین - شاعر نے اس رشتہ کو کانٹا قرار دیا ہے - مگر کانٹے کے معنے یہان حقیقی نہین ہین بلکہ مجازی معنے مراد ہین یعنے تکلیف و زحمت و آزار خار در پیراہن بودن فارسی کا محاورہ ہے - شاعر نے اس محاورہ کو اس شعر مین برتا ہے - **کسوت** = بالکسر لباس اور پوشاک کو کہتے ہین -

فانوس = عربی زبان کا لفظ ہے اردو مین یہہ لفظ مونث ہے - چنانچہ برق کہتے ہین ؎ کیا تجلی ہین کہون اُس ساعد پر نور کی ✤ آستین یار ہے فانوس شمع طور کی ✤ فانوس کی شکل غبارہ سے شبیہ ہوتی ہے اور وہ شمع پر ڈہانک دیجاتی ہے تاکہ شمع ہوا سے نہ بجھے اور اُس کی تیز روشنی کا بُرا اثر آنکھون پر نہو کیونکہ فانوس مین سے جو روشنی چراغ کی نکلتی ہے وہ دہیمی ہوتی ہے - فانوس باریک کاغذ کا بنا ہوا ہوتا ہے اور پتلے اور مہین سرخ رنگ پارچہ سے بھی فانوس بناتے ہین - فانوس کے حقیقی معنے غماز اور چغلخور کے ہین مگر اس غبارہ وش چیز کو بھی جو شمع پر ڈہانکی جاتی ہے فانوس کہتے ہین کیونکہ وہ چراغ کی روشنی کو نہین چہپاتی گویا روشنی کی غمازی کرتی ہے جیسے چغلخور کسیکی بات کو پوشیدہ نہین رکہتا - اور یہہ مجازی معنے ہین فانوس کی تشبیہ قفس کے ساتھ بھی دیجاتی ہے - فانوس کے جو مرکبات دیکھے گئے وہ یہی ہین کہ فانوس دان

با ضافت اور فانوس خیالی - و فانوس خیال - اور فانوس نارنج اور فانوس
شمع - **فانوس گردان** - بکاف فارسی وہ فانوس ہے جسکے اندر مختلف
چیزون کی شکلین تماشے کے لیے بناتے ہین - اور وہ شکلین فتیلے کے
دہوین کے زور سے گردش کرتی ہین اور فانوس خیالی بھی اسیکو کہتے ہین
فارسی کا کوئی شاعر کیا خوب کہتا ہے ؎ دہر فانوس خیال و عالمی
حیران درو + مردمان چون صورت فانوس سرگردان درو + فانوس نارنج
بھی ایک کھیل اور تماشے کی فانوس ہے - نارنگی کو خالی کر دیتے ہین
اور باقی ماندہ چھلکے کے اندر نقش و نگار کرتے ہین اور اس حلقہ کے
بیچ مین ایک چراغ روشن کر دیتے ہین - فانوس شمع کا بیان اوپر مذکور
ہو چکا - جاننا چاہیے کہ فانوس کا استعمال اس نئی روشنی کے زمانہ
مین متروک ہے - **مجلس فروز** = یعنے مجلس کا روشن کرنے والا یعنے
حاضر و موجود - مجلس فروز حاضر و موجود کی جگہہ تخطیاً کہتے ہین - **خلوت** =
بالفتح تنہائی مگر یہان گوشہ اور کنارہ کے معنے ہین بقاعدہ مجاز مرسل یعنے
استعمال حال بجائے محل - شعر کے معنے یہہ ہین کہ رات کو جو معشوق محفل مین
موجود تھا تو رشتہ ہر شمع فانوس شمع کے لئے خار در پیراہن تھا مطلب یہہ کہ
ہمارے معشوق کے حسن و جمال کے روبرو تمام شمعین بے رونق اور بے نور
تھین حسن معشوق کی تعریف کی ہے - اسی مضمون کو خواجہ میر درد نے
طرز سلیس مین اسطرح بیان فرمایا ہے ؎ رات مجلس مین ترے حسن کے
شعلے کے حضور + شمع کے منہ پہ جو دیکھا تو کہین نور نتھا **میرزا غالب نے**

اس مضمون کو پیچیدہ اور مشکل ترکیب مین بیان کر کے نازک خیالی کی شان دکھائی ہے۔ ؎ شب کہ او مجلس فروز خلوت ناموس بود * رشتۂ ہر شمع خار کسوت فانوس بود ۔ شعر ذرا سے تغیر مین پورا فارسی بنگیا ۔

حاصل الفت نہ دیکھا جز شکست آرزو — دل بدل پیوستہ گویا یک لب افسوس تھا

حاصل الفت ندیدم جز شکست آرزو — دل بدل پیوستہ گویا یک لب افسوس بود

شعر ذرا سے تغیر مین پورا فارسی بنگیا - فارسی کا شاعر شفیعائی اثر کہتا ہے ؎ فلک از رشک نگذارد بحال خود دو ہمدم را * بسنگ از یکدگر سازد جدا بادام توام را * ان دونون شعرون کا مضمون ایک ہے یعنے تفرقہ فی الاحباب کا مضمون ہے مگر پیرایہ جدا جدا ہے اور دونون شعر لاجواب ہین -

کیا کہون بیماری غم کی فراغت کا بیان — جو کہ کہایا خون دل بے منت کیموس تھا

کیموس بالفتح بروزن محسوس ۔ یہہ سریانی زبان کا لفظ ہے اور علم طب کے متعلق ہے جو چیز جگر اور عروق یعنے رگون مین تیار ہوتی ہے اسکو کیموس کہتے ہین اور وہ کف کے مانند ہوتی ہے ۔ شاعر کہتا ہے کہ غم عشق مین مجھکو جگر اور رگون کا احسان اٹھانا نہ پڑا کیونکہ مین نے کیموس جسکا تعلق جگر اور عروق کے ساتھہ ہے نہین کہایا بلکہ مین نے دل کا احسان اٹھایا یا کیونکہ خون کہایا جسکا تعلق دل کے ساتھہ ہے ۔ چونکہ آدمی کے جسم مین دل بہ نسبت دوسرے اعضا کے زیادہ تر شریف ہے لہذا شاعر یہہ خیال

کرتا ہے کہ ان کا احسان اٹھانا بہتر ہے۔ کیموس کے متعلق بعض اہل تحقیق کہتے ہین کہ کیموس اُس صورت غذا کا نام ہے جو دوسرے طبخ مین جگر مین پکتی ہے اور وہ صاف شفاف پانی کیطرح ہوتی ہے۔ شعر کا مطلب یہ کہ کیموس نہین کہایا۔ بلکہ خون کہایا ہے۔ بے منت کیموس = یعنے بے منت مطبخان کیموس جو جگر اور عروق ہین بقاعدہ مجاز مرسل صحیح ہے لیکن استعمال معروف سیجا ہے ظرف۔ اس شعر مین قصیدہ کی شان ہے نہ غزل کی۔

فراغت = فراغت اس معنی کی کہ بہت سی چیزونکا احسان اٹھانا نہ پڑا بلکہ صرف دل کا احسان اوٹھایا۔

آئینہ دیکھہ اپنا سا منہ لیکے رہگئے	صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا

فارسی کا شاعر کہتا ہے ؎ بسکہ در خانہ آئینہ ہمہ شد رخ خوب تو این پری از سایۂ خود شد گرفتار جنون = یعنے یہ پری اپنے اوپر آپ عاشق ہوگئی بسبب کمال حسن و جمال کے جو اسکو حاصل ہے۔ سایہ بمعنی عکس آیا ہے اس فارسی کے شعر سے یہ معلوم ہوا کہ ایسے مضمون کو فارسی کے شاعرون نے بہی لکہا ہے۔ درحقیقت اعلی درجہ کا مضمون ہے حسن کی تعریف اس سے بڑہکر کیا ہوسکتی ہے کہ معشوق آپ ہی اپنا گرویدہ و دلدادہ ہوجائے۔ اپنا سا منہ لیکر رہ جانا = محاورہ ہے یعنے شرمندہ ہونا۔ سوال پورا ہونے کی شرم سے چپ ہجانا۔ پشیمان ہونا دیکھہ = یعنے دیکھکر۔ حرف عطف یعنے کر حذف کرنا اب متروک ہے

کتنا = یہان اشارہ طرف زیادتی کے ہے - کتنا غرور تھا یعنے بہت غرور تھا - یہہ = پر کی جگہہ یہ اب متروک ہے -

قاصد کو اپنے ہاتھہ سے گردن نہ مارئے	اُسکی خطا نہین ہے یہہ میرا قصور تھا

قاصد کو = کو اضافی ہے یعنے فارسی کے رائے اضافی کا ترجمہ ہے - قاصد را گردن یعنے گردن قاصد - قاصد کی گردن - فصاحت کے لئے (کی) کے مقام پر (کو) استعمال کیا ہے -

جاتا ہون داغ حسرت ہستی لئے ہوے	ہون شمع کشتہ درخور محفل نہین رہا

جاتا ہون = یعنے دنیا سے جاتا ہون - داغ حسرت ہستی = داغ تمنای زندگی داغ حسرت ہستی اسواسطے لئے ہوے جاتا ہون کہ مجکو دنیا مین جینے اور زندہ رہنے کی تمنا تہی مگر موت نے مہلت ندی اور اجل نے میرا کام تمام کردیا - دوسرے مصرع مین تمثیل ہے - ہون شمع الخ یعنے شمع کشتہ کے مثل ہون لہذا محفل دنیا کے قابل نرہا - داغ غم و اندوہ - درخور = لائق - قابل -

ہر روے شش جہت در آئینہ باز ہے	یان امتیاز ناقص و کامل نہین رہا

شش جہت یہہ ہین (۱) مشرق (۲) مغرب (۳) شمال (۴) جنوب (۵) فوق (۶) تحت -

رشک کہتا ہی کہ اُسکا غیر سے اخلاص حیف
عقل کہتی ہی کہ وہ بے مہر کسکا آشنا

یعنے وہ غیر کا بھی آشنا نہین ہے - اخلاص - دلی محبت -

ہین اور اک آفت کا ٹکڑا وہ دل وحشی کہ ہے
عافیت کا دشمن اور آوارگی کا آشنا

مصرع اول مین جو اور ہے وہ عطف لازم ہے - اور مصرع ثانی مین جو اور ہے وہ عطف مجرد ہے - یعنے ایک آفت کا ٹکڑا وہ دل وحشی جو عافیت کا دشمن اور آوارگی کا آشنا ہے میرے لئے لازم ہے -

مَی وہ کیون بہت پیتے بزم غیر مین یا رب
آج ہی ہوا منظور اُنکو امتحان اپنا

یعنے بزم غیر مین معشوق یہہ چاہتا ہے کہ میرا امتحان کرے - اور یہہ دریافت کرے کہ تنگ ظرف کون ہے اور کون نہین - لہذا معشوق نے بہت سی شراب پی لی تاکہ شرکاہی محفل بھی اُسکی ہمدمی کرکے زیادہ شراب پیوین - مطلب یہہ کہ معشوق غالب کو تنگ ظرف اور غیر کو عالی حوصلہ ثابت کیا چاہتا ہے امتحان مین - فی الحقیقت معشوق بغرض میرے امتحان کے اپنا امتحان کر رہا ہے - اور اس چال مین میرا امتحان منظور ہے -

سرمۂ مفت نظر ہون مری قیمت یہ ہے
کہ رہے چشم خریدار پہ احسان میرا

سرمہ موصوف اور مفت اُسکی صفت ہے اور یہہ مرکب توصیفی یعنے سرمۂ مفت

مضاف ہے نظر کی طرف اور نظر مضاف الیہ ہے اور یہہ اضافت تخصیصی (۱)
ہے - شاعر کہتا ہے کہ مین نظر کا سرمۂ مفت ہون - اور لفظ مفت کو بغیر اضافت
کے بھی پڑہ سکتے ہین اسطرح (مفت نظر) یعنے نظر مفت دارندہ - مفت نظر
رکھنے والا (یا) نظر مفت دینے والا - اسصورت مین جو دوسری صورت ہے
اس ترکیب کو بیدل اور ناصر علی اور غالب کے تراکیب مین سے ایک نئی
ترکیب سمجہنا چاہئے اور سالم ترکیب مفت نظر کو جو بلا اضافت کے ہے
سرمہ کی صفت قرار دینا چاہئے یعنے مفت نظر ایک علیحدہ ترکیب ہے
یعنے مین ایسا سرمہ ہون کہ مجہہ مین نظر مفت بہری ہوی ہے - جو شخص کور
مجہکو اپنی آنکہہ مین لگائیگا فوراً بینا ہو جائیگا بغیر اجرت اور قیمت دینے کے
تیسری صورت یہہ ہے کہ مین سرمہ ہون مانند نظر کے یعنے سرمہ تو ہون
مگر سراپا نگاہ ہون اور نظر ہی نظر ہون اور علاوہ بران مفت ملتا ہون -
اس صورت مین یہہ اضافت تشبیہی (۲) ہوی اور وجہ شبہ سرمہ کی
عمدگی اور قوت تاثیر ہے اور ادات تشبیہ کا حذف کرنا جائز ہے جیسے لب
لعل و چشم نرگس و دل غنچہ یعنے لب مانند لعل اور چشم مانند نرگس اور دل
مانند غنچہ اور وجہ شبہ سرخی و خوشنمائی و گرفتگی ہے - سرمۂ مفت نظر ہون با اضافت
لفظ مفت کے یعنے سرمۂ مفت مانند نظر ہون - از روے معنی ان تینون
صورتون کا حاصل ایک ہے - صرف بیان کی نزاکتین بتلانا مجہے منظور تہا -

بزم قدح سے عیش تمنا نہ رکھ کہ رنگ	صید ز دام جستہ ہے اس دامگاہ کا

اس دامگاہ کا یعنے دامگاہ بزم قدح کا کیونکہ مرزا اس شعر مین بزم قدح کا ذکر کر رہے ہین - اس زمین مین مین نے اعلیحضرت قوی شوکت قدر قدرت بندگانعالی متعالی حضور پر نور سلطان دکن خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ کی غزل بے بدل پر بتقریب طرح دو غزلہ کہا تہا اور ایک غزل کے مقطع مین میرزا کے اس مصرع کی تضمین اسطرح کی تہی ؎ غالب نے خوب کہدیا واجد کہ رنگ رخ ۔ صید زدام جستہ ہے اس دامگاہ کا - اس تضمین مین مین نے دامگاہ سے یعنے بزم قدح کے ہی لئے ہین - مرزا نے اس شعر مین بزم قدح کو دامگاہ سے استعارہ کیا ہے کیونکہ شراب کی لذت شراب پینے والون کو اپنے دام مین گرفتار کر لیتی ہے -

مقتل کو کس نشاط سے جاتا ہون مین کہ ہے	پر گل خیال زخم سے دامن نگاہ کا

مقتل = قتل گاہ - نشاط = خوشی - کہ = کاف تعلیل یعنے کیونکہ - کس نشاط سے = یعنے بہت نشاط سے - بڑے نشاط کے ساتہہ - پر گل = پہولون سے بہرا ہوا - یعنے جب مین مقتل کو جاتا ہون تو خیال زخم کیوجہ سے میرے آنکہون مین گلشن کی سیر دکہائی دیتی ہے - مقتل اور زخم لہو کی وجہ سے سرخ ہوتے ہین لہذا شاعر نے زخم کے خیال کو گلشن قرار دیا ہے کیونکہ گل کا رنگ بہی سرخ ہوتا ہے - پہولون کو دامن مین لیتے ہین لہذا خیال زخم کے پہولون کے لئے نگاہ کا دامن تیار کیا ہے جو دونون غیر محسوس ہین

جان درہوائے یک نگہ گرم ہے اسد	پروانہ ہے وکیل ترے دادخواہ کا

دیکھئے دل بیمار اور دست بکار او رچشم براہ اور گوش برآواز وغیرہ وغیرہ کیسی عمدہ اور دلکش ترکیبین ہین مگر یہہ ایک ترکیب (جان درہوائے یک نگہ گرم) کسقدر لمبی چوڑی اور طول ہونیکیوجہ سے کسقدر طبیعت کوناگوار گذرتی ہے - ایسے ہی تراکیب ہین جنکی وجہ سے مرزا صاحب اور مومن خان صاحب ہدف اعتراض پہلوانان سخن کے بنجاتے ہین - صرف نتیجہ اور چھوٹے سے باب الالف مین مرزا صاحب کے ایجاد کردہ اتنے تراکیب موجود ہین (۱) یک بیابان ماندگی (۲) نشاط آہنگ (۳) یک شہر آرزو (۴) رستخیز اندازہ (۵) یک قدم وحشت (۶) دو عالم دشت (۷) وحشت خرامی (۸) جنون جولان (۹) بجنون غلطیدہ صدرنگ (۱۰) یک عربدہ میدان - (۱۱) یک عمر ورع (۱۲) درتشنگی مردگان (۱۳) فریب وفا خوردگان (۱۴) سامان طراز نازش (۱۵) یکخانہ نیرنگ (۱۶) مفت نظر (۱۷) خودداری ساحل (۱۸) حریف جوشش دریا (۱۹) طاقت آشوب آگہی (۲۰) حیرت کدہ شوخی ناز (۲۱) یک الف بیش نیست (۲۲) صدر تنخانہ خمیازہ (۲۳) خمار تشنہ کامی (۲۴) خمیازہ ساحل (۲۵) جادہ راہ فنا (۲۶) بیک کف بردن صددل (۲۷) انداز بجنون غلطیدن بسمل (۲۸) برق سوز دل (۲۹) موج سراب دشت وفا (۳۰) دیوانگی شوق (۳۱) ہرقدم سایہ (۳۲) سبق شوق (۳۳) جان درہوائے یک نگہ گرم - الغرض صرف نتیجہ اور چھوٹے سے باب الالف مین یہہ (۳۴) مرکبات وتراکیب آگئے ہین جو ایران کی فارسی مین ہرگز مستعمل

نہین ہین اور جب تک ان ترکیبون کے اسناد اہل لسان کے کلام کے اندر
نملین تب تک ان کو صحیح جاننا اور اپنی نظم و نثر مین ان کا استعمال کرنا محض
قلت تتبع اور خود پسندی و عدم تحقیق سے ہوگا- فارسی کے اہل لسان
ان تراکیب کو سنکر پوچھتے ہین کہ این کدام زبان است اور کہتے ہین کہ اینکہ
زبان فارسی نیست حاصل کلام الفاظ کا ایجاد کرنا اور محاورون کا اختراع
عمدہ بات ہے مگر اہل لسان کو زیادہ تر سزاوار ہے اگر غیر ملکی حضرات قادر الکلامی
کے زعم پر غیر زبان مین اختراعات کرنا چاہین تو یہہ بات ممکن ہے مگر اسکے
لئے ذوق سلیم درکار ہے اور حضرت امیر خسرو دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
و قدس اللہ سرہ کی تقلید بہتر ہے کیونکہ کسی اہل لسان کو آپ سے نزاع و خلاف
نہین اور میرزا بیدل اور شیخ ناصر علی کے اختراعات کو اہل لسان ہرگز پسند
نہین کرتے اسکی وجہ خاص صرف اتنی ہے کہ ان دونون صاحبون کے
اختراعات ذوق سلیم اور جادۂ مستقیم سے باہر ہین بلکہ رکیک و طویل و پر
تصنع و غیر فصیح و اضافت در اضافت و صفت در صفت و تراکیب مقلوبہ
بلاوجہ بوجہ کثرت سے ہوا کرتے ہین یہی وجوہات ہین کہ ان صاحبون کے
اختراعات مقبول خاص و عام نہین ہوے بلکہ چند لوگ اُن کے رواج
دینے پر تعصب و نفسانیت سے ہٹ دہرمی اور بیجا اصرار کرتے رہے
جنہین اُن کو انجام کار ناکامی حاصل ہوی قاعدہ فارسی کے لحاظ سے
نشاط آہنگ کے معنے قصد نشاط دارندہ یا ارادۂ نشاط کنندہ کے
ہوسکتے ہین مگر میرزا نے اپنے شعر مین اس ترکیب کے کچھہ عجیب معنے

لئے ہین یعنے خوشی کی الاپ رکہنے والا حالانکہ غمی کی کوئی الاپ نہین ہوتی پہر خوشی کی الاپ چہ معنی دارد اگر غمی کی الاپ ہو اور اسکے مقابلے پر اور اسکی ضد مین خوشی کی الاپ کہا جائے تو ترکیب مربوط و چسپان ہو گی کیونکہ الاپ کو غم سے کوئی تعلق نہین مرزا نے اس ترکیب کے جو معنے لئے ہین وہ کبہی اہل لسان کے پاس مقبول اور پسندیدہ ہو نہین سکتے دیگر وحشت خرامی - خرامیدن کے معنے ناز سے چلنے اور ٹہلنے کے ہین وحشت کو خرام سے کیا تعلق لہذا یہہ ترکیب بہی غیر مربوط ہے وقس علی ہذ ۱۲ القیاس کہان تک لکہہ سکتا ہون اسکے لئے تو ایک دفتر ضخیم وعلیحدہ بلکہ دفتر دہ من درکار ہے صرف مین نے تراکیب لکہدئے ہین سمجہنے والے سمجہین اور محظوظ ہون میرے استاد شفیق و عم معظم مولوی حکیم عبد الباسط صاحب المتخلص بہ عشق مرحوم و مغفور فرمایا کرتے تھے کہ میرزا غالب کو شاعری مین طبع خداداد حاصل تہی اور وہ اعلی درجہ کے شاعر تہے مگر میرزا صاحب کو علم و فضل نہین تھا اس روایت سے میرا منشا یہہ ہے کہ میرزا صاحب کی شاعری پر کوئی صاحب انگشت اعتراض نہین رکہہ سکتے کیونکہ اُن کا شاعرانہ خیال بالکل چہوتا اور موثر او رنازک دل ہے مگر طرز خیالبندی اور اختراع تراکیب فی الحقیقت عام طور پر بلا تخصیص خلل انداز اور قابل اعتراض بلکہ لائق اصلاح ہے - میرزا صاحب کے تصنیفات فارسی و اردو خصوصا تصنیفات فارسی کے دیکہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کی سیکڑون ترکیبین اپنی رائے اور طبیعت سے اُنہون نے ایجاد کی ہین

جنکا نتیجہ یہہ ہے کہ گوہ کندن و کاہ برآوردن اور اہل لسان اور وہ فصحاے
بلاغت شعار جو اہل لسان کے مقلد اور پیرو ہین اُن تراکیب کو دیکھکر مہمل اور
بے معنی کہا کرتے ہین اور ایسے تراکیب کا غیر مانوس طبیعت ہونا تو ایک
قطعی و یقینی بات ہے۔ مومن خان صاحب کا بھی یہی حال ہے۔ ان
صاحبون کی اُستادی مین کوئی کلام نہین بلکہ خداوندانِ سخن ہین مگر جو
عیب ہے وہ عیب ہے اور جو ہنر ہے وہ ہنر ہے۔ ان صاحبون کا کلام اچھی
اور بری ترکیبون کا مجموعہ ہے۔ جو کلام اچھا ہے وہ لاجواب ہے۔ خاص
و عام کے دلون پر جادو کا کام کرتا ہے اور جو تراکیب اسالیب ہٹ
دھرمی اور خودپسندی سے بنا لئے گئے ہین وہ کبھی و رکسی وقت مین فصحاے
لسان بلکہ اہل لسان کے پاس مقبول ہو نہین سکتے بلکہ ہمیشہ وہان سے
بے معنی و جفنگ کا خطاب ملا کرتا ہے۔ مرزا صاحب کتاب عود ہندی
مین یہہ دعوی کرتے ہین کہ مین نے ہر ایک ترکیب اہل لسان سے اخذ
کی ہے مگر اُن کا یہہ دعوی صحیح نہین ہے چنانچہ دیکھئے مرزا پنج آہنگ کے
ایک رقعہ مین لکھتے ہین **فرود آمدن جاے من در کلکتہ بھینڈی
بازار است**۔ یعنے فرودگاہ من در کلکتہ بھینڈی بازار است۔ اہل لسان
یا منزل کہین گے یا فرودگاہ کہین گے مگر منزل کی جگہ مین اتنا لمبا چوڑا
لفظ اور وہ بھی مقلوب الترکیب یعنے فرود آمدن جا ہرگز نہ کہین گے
اگر کسی شخص کو اس ترکیب کی صحت کا دعوی ہو تو ہمکو یہہ ترکیب
اہل لسان کے کلام مین دکھادے۔ اور فرود آمدن جاکی رکاکت ظاہر ہے

کوئی فصیح آدمی اس لفظ کو فرودگاہ یا منزل کی جگہہ کہہ نہین سکتا اور یک قدم وحشت اور دو عالم دشت اور یک بیابان ماندگی اور یک ذرا توتامل اور یک شہر آرزو اور رستخیز اندازہ اور نشاط آہنگ ور وحشت خرامی وغیرہ وغیرہ یہہ تراکیب ہندیون اور خصوصًا خیالبندون کے بنائے ہوے ہین اور اہل لسان ان ترکیبون کے موجد نہین ہین اور قلمرو ایران مین ان ترکیبون کو اور اُن کے معنون کو کوئی نہین جانتا کیونکہ یہہ اُن کی زبان نہین ہے لہذا اہل لسان جب ان ترکیبون کو سنتے ہین تو یہہ پوچھتے ہین کہ این کدام زبان است اور کہتے ہین کہ این زبان فارسی نیست + ایجاد اور تلاش اور تراشش تو اچھی چیزین ہین مگر مقبول اور معقول اور پسندیدہ تلاش و تراش آسان نہین ہے اور ایک دو شخصون سے یہہ کام ہو نہین سکتا بلکہ اس کام کے لئے اہل علم کے مجالس اور اتفاق آرا اور محاورہ کی پابندی اور لغت کی نگہداشت اور تراکیب کی خوش وضعی اور قبولیت خاص و عام ضروری چیزین ہین۔

اسد = مبتدا اور جان درہوای یک نگہ گرم اسکی خبر اور ہے رابطی پروانہ چراغ پر گرکے جلجاتا اور فنا ہو جاتا ہے۔ جب تیرے دادخواہ کے وکیل کی حالت حالت پروانہ کیطرح ہے تو خاص تیرے دادخواہ کا حال کیا کہنا وہ تو تیری ایک نگاہ مین فنا ہو جاتا ہے۔ جہان تو نے ایک نگاہ کی بس اُسکا کام تمام ہوگیا۔ جان درہواے یک نگہ گرم اہل لسان کی ترکیب نہین ہے اور اس ترکیب کے صحیح ہونے مین بہت کچھہ تامل ہے اور یہہ ترکیب بسبب اپنی طوالت وطول لاطائل کے نہایت درجہ کی

غیر فصیح ورکیک ہے - ہوا کے معنے یہان آرزو اور خواہش کے ہین -

جور سے باز آئے پر باز آئین کیا	کہتے ہین ہم تجھکو منہ دکھلائین کیا

پر یعنے مگر بمعنی استثنا - باز آئین کیا مقولہ معشوق کا ہے - جور سے باز آئے یعنے جور سے معشوق باز آیا - جور سے وہ باز آئے - یا ہم باز آئے اس صورت مین سالم مصرع معشوق کا مقولہ ہوگا - اس غزل مین کیا ردیف اور دکھلائین - گھبرائین وغیرہ قافیہ ہے - دونو مصرعون مین کیا نفی کیواسطے آیا ہے -

رات دن گردش مین ہین سات آسمان	ہو رہیگا کچھ نہ کچھ گھبرائین کیا

یعنے مفلسی مین گھبرانا نچاہئے بلکہ صبر کرنا چاہئے - کیا عمدہ فلسفیانہ مضمون ہے - سات عدد اور آسمان معدود ہے - اردو مین معدود اکثر جمع آتا ہے مگر کبھی واحد بھی آتا ہے اور آسمان ایسا لفظ ہے جو واحد اور جمع دونون مین مستعمل ہے - کیا = نفی کیواسطے ہے - کیا گھبرائین یعنے نہ گھبرائین - گھبرانا نچاہئے -

لاگ ہو تو اسکو ہم سمجھین لگاؤ	جب نہو کچھ بھی تو دھوکا کھائین کیا

لاگ = دشمنی - عداوت - لگاؤ = محبت دوستی - دھوکا کھانا = یعنے فریب کھانا - کیا = نفی کیلئے ہے یعنے دھوکا نہ کھائین -

ہو لئے کیون نامہ بر کے ساتھ ساتھ ۔۔۔ یارب اپنے خط کو ہم پہونچائین کیا

کیا استفہام کے لئے ہے۔ نامہ بر۔ یعنے قاصد۔

موج خون سر سے گذر ہی کیون نجائے ۔۔۔ آستان یار سے اُٹھ جائین کیا

کیا نفی کے لئے ہے یعنے ہم آستان یار سے نہ اُٹھین گے اگرچہ موج خون ہمارے سر سے گذر جائے۔

عمر بھر دیکھا کیا مرنے کی راہ ۔۔۔ مر گئے پر دیکھئے دکھلائین کیا

عمر بھر = تمام عمر۔ راہ دیکھنا۔ انتظار کرنا۔ مر گئے پر۔ یعنے مرنیکے بعد کیا۔ استفہام کے لئے ہے یعنے دیکھئے کیا دکھلائینگے۔ قائل اپنے کو شخص غیر قرار دیکر پوچھتا ہے۔

پوچھتے ہین وہ کہ غالب کون ہے ۔۔۔ کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائین کیا

کہ = دونو مصرعون مین بیان کے لئے ہے۔ اور مصرع ثانی مین کاف تردید بھی ہوسکتا ہے۔ یعنے کوئی بتلاؤ یا ہم بتلائین کیا۔ استفہام کے لئے ہے۔

لطافت بے کثافت جلوہ پیدا کر نہین سکتی ۔۔۔ چمن زنگار ہے آئینہ باد بہاری کا

باد بہاری کو بسبب لطافت کے آئینۂ فولادی قرار دیا ہے۔ چونکہ آئینہ فولادی بے

زنگ آتا ہے اور زنگ سبز رنگ ہوتا ہے لہذا چمن کو جو باعتبار برگ اشجار کے سبز ہوتا ہے آئینہ باد بہاری کا زنگ مقرر کیا ہے اور چونکہ باد بہاری لطیف چیز ہے اور بمقابل اوس کے برگ اشجار کثیف سے شے ہے لہذا یہہ نتیجہ نکالا کہ لطافت بغیر کثافت کے حاصل ہو نہین سکتی۔ مطلب یہہ کہ جیسے دنیا مین غم و شادی توام ہین اسیطرح لطافت و کثافت کا خیال ہے اور وہ بہی توام ہین۔ جلوہ پیدا کرنا = ظاہر ہونا۔ وجود مین آنا۔

جہان ساقی ہو تو باطل ہے دعوےٰ ہوشیاری کا	حریف جوشش دریا نہین خودداری ساحل

ساقی کو دریا سے مواج سے اور ہوشیاری کو ساحل سے تشبیہ دی ہے۔ اور کہتا ہے کہ جب دریای مواج خوب طغیانی کرے تو ساحل پانی مین غرق ہو جاتا ہے اسیطرح جہان ساقی ہوا اور وہ ناز و انداز سے خوب بادہ پیمائی کرے تو وہان لوگ شراب پی پی کر مست و بیہوش ہو جاتے ہین اور ہوشیاری باقی نہین رہتی لہذا ساقی کے مقام پر ہوشیاری کا دعوی غلط ہے۔ ساقی کی بے تکلفی و ناز و انداز کو (یا) ساقی کے حسن و جمال روز افزون کو جوشش دریا قرار دیا ہے۔ کیونکہ جب ساقی کو دریا قرار دیا ہے تو ساقی مین جوشش دریا کیا چیز ہوگی۔؟ دریا مین جوشش دریا پانی ہے۔ اور ساقی مین ساقی کی جوشش ناز و انداز یا حسن و جمال یا سخاوت و کرم ہی ہوگی۔ مگر اس شعر مین یہہ بات بہی ممکن ہے کہ ساقی کو جوشش دریا کے ساتہہ تشبیہ دیجاے یعنے جہان جوشش دریا ہوی وہان ساحل غرق آب ہو گیا اسیطرح جہان

ساقی ہوا وہان ہوشیاری غائب ہوگئی۔ دونون معنون کا حاصل ایک ہے اور بلحاظ ان معنون کے (تو) حرف رابطہ ہوگا۔ اور اس شعر مین (تو) ضمیر واحد حاضر بھی صحیح ہے یعنے اے معشوق جہان تو ساقی ہوا ور جس جگہہ تو ساقی گری کرے الخ۔

عشرت قطرہ ہے دریا مین فنا ہوجانا	درد کا حد سے گذرنا ہے دوا ہوجانا

اس شعر مین علم تصوف کا مشہور مسئلہ باندھا ہے۔ کہ راحت فنا فی اللہ ہونےمین ہے قطرہ تمثیل انسان اور دریا تمثیل ذات باری تعالی ہے۔ جب درد اپنی حد سے گذر گیا تو دوا کارگر اور موثر ہوی اور جب دوا موثر ہوی تو مریض ہلاک ہوگیا۔ اب قائل نے ہلاک ہوجانے کو دوا ہوجانا قرار دیا ہے کیونکہ مریض کا مقصود تو ہلاکی تھا نہ صحت وتندرستی۔ اور مریض فنا کو شفا اسوجہ سے خیال کرتا ہے کہ فنا فی اللہ کا درجہ اُسکو حاصل ہوتا ہے۔ جو اُسکا عین مطلوب ہے حاصل یہہ کہ عشرت انسان کی فنا فی اللہ ہوجانےمین ہے۔

تجھسے قسمت مین مری صورت قفل ابجد	تھا لکھا بات کے بنتے ہی جدا ہوجانا

صورت قفل ابجد یعنے قفل ابجد کی مانند قفل ابجد کیطرح۔ اس شعر مین بات کے بننے سے وصل کی بات بننا مراد ہے۔ اور قائل کا مقصود یہہ ہے کہ جب وصل کی بات بنگئی تو مین معشوق سے جدا ہوگیا جو میرے لئے کمال تیرہ بختی اور نہایت بدقسمتی ہے۔

دل ہوا کشمکش چارۂ زحمت مین تمام	مٹ گیا گھسنے مین اس عقدہ کا وا ہونا

چونکہ عقدہ چھوٹی چیز ہوتی ہے لہذا گھسنے سے مٹ جاتی ہے۔ جب مٹ گئی تو اسکا وجود نہ رہا گویا وا ہو گئی۔ شاعر نے عقدہ کے مٹ جانے کو وا ہونا یعنے کھلنا قرار دیا ہے۔ دل کو عقدہ کے ساتھہ تشبیہ ہے۔ دل مشبہ اور عقدہ مشبہ بہ۔ زحمت سے وہ زحمت دل مراد ہے جو فراق یار کی وجہ سے یا عشق یار کے سبب سے تھی۔ تمام ہونا = مرجانا مصرع ثانی مین دل کی تمثیل ہے عقدہ کے ساتھہ۔ عقدہ = یعنے گرہ۔ شعر کا مطلب ظاہر ہے یعنے ہمارا دل زحمت عشق کی تدبیر اور چارہ گری مین مصروف ہوا۔ مگر اس چارہ گری مین ہمارے دل کو کچھہ ایسی کشمکش اور کشاکش ہوی کہ بیچارہ دل خود ہلاک ہوگیا۔ تو معلوم ہوا کہ دل ایک گرہ کی مانند تھا اور کشمکش چارہ گھسنے کے ساتھہ مشابہت رکھتی تھی اسی لئے دل کشمکش مین معدوم ہوگیا اور جب دل معدوم ہو گیا یعنے مٹ گیا تو گویا چارہ گری مین کامیاب ہوا اور تدبیر کرچکا گرہ کی مانند کہ جب گھسنے مین مٹ گئی تو گویا کھل گئی۔ اور مٹ جانا ہی مطلوب تھا کیونکہ ہم گرہ کو کھولنا چاہتے تھے۔ جب گرہ مٹ گئی تو وا ہوگئی اور مقصود حاصل ہوگیا اس شعر کا مصرع ثانی یعنے مصرع مٹ گیا گھسنے مین اس عقدہ کا وا ہو جانا۔ مطلع کے مصرع ثانی کے ساتھہ یعنے مصرع درد کا حد سے گذرنا ہے دوا ہو جانا۔ ملتا ہوا ہے اور دونون مصرعون کا مضمون قریب قریب واقع ہوا ہے۔ وا ہو جانا = کھل جانا۔ کشادہ ہو جانا۔ وا کرنا

اسکا منعدی ہے ۔

اب جفا سے بھی ہین محروم ہم اللہ اللہ	اسقدر دشمن ارباب وفا ہو جانا

اب = یعنے زمانہ موجودہ مین ۔ جفا = ظلم وستم ۔ محروم = حرمان زدہ بے نصیب ۔ اللہ اللہ = اس مقام پر تعجب وتحیر کیواسطے آیا ہے ۔ بھی = شرکت کیواسطے آتا ہے ۔ اسقدر = یہان اشارہ طرف زیادتی اور افزونی کے ہے یہہ لفظ مقدار اور اندازہ بتلانے کے لئے آتا ہے اوراسکا مترادف ہے ارباب وفا = وفا کے پالنے والے یعنے عاشقان صادق ارباب کا واحد رب ہے دشمن = یہہ لفظ دُش اور من سے مرکب ہے ۔ دش کے معنے برا اور زشت آئے ہین اور من بمعنی دل آیا ہے ۔ جو شخص دل زشت رکہتا ہو اُسکو دشمن کہتے ہین ۔ دشمن یعنے بددل و بدخواہ اور ایک دوسرے کی ضد ۔ یہہ لفظون کے معنے ہوے مگر یہان زیادہ تر قابل ذکر یہہ بات ہے کہ مرزا کا یہہ شعر نظیری نیشاپوری رح کے اس شعر سے ملتا ہوا ہے بلکہ ماخوذ ہے ؎ شمع بے شعلہ بہ پروانہ فرستاد آن دوست ✤ کہ بما نام روان کرد و عتابے نہ نوشت ✤ اور موسوی خان فطرت رح فرماتے ہین ؎ در تمنائے جفائے خویش کشتن صید را ✤ اختراع مہربانی ہائے صیاد من است ✤ یعنے معشوق جفا ہی نہین کرتا ہے ۔ اور معشوق نے اس لئے ترک جفا کی ہے کہ عاشقان صادق کو جفای معشوق مین بھی مزہ آتا ہے ۔ کیونکہ جفا بہی ہے تو اُسی کی جفا ہے اور اپنے محبوب کیطرف سے ہے

بس اسی ایک نسبت سے عاشقان صادق عین جور و جفا مین مزے اوڑاتے ہین اور کہتے ہین کہ ہم ہی اُن کی جفا کے سزاوار ہوے جب معشوق جفاپیشہ کو یہہ بات معلوم ہوگئی تو اُس سے جفا کرنا ہی ترک کردیا ۔

ضعف سے گریہ مبدّل بہ دم سرد ہوا	باور آیا ہمین پانی کا ہوا ہوجانا

جب تک ہمکو طاقت اور قوّت تھی تب تک ہم روتے تھے اور گریہ کرتے تھے جب ہماری قوّت اور طاقت جاتی رہی اور ضعف و ناتوانی آگئی تو اب ہم ٹھنڈی آہین کرنے لگے ۔ اس شعر سے یہہ بات معلوم ہوتی ہے کہ رونے کیلئے طاقت چاہئیے اور ضعف کی حالت مین آہ کہتے ہین ۔ دم ۔ بمعنی آہ اور سرد اوسکی صفت ہے حکما جو کہتے ہین کہ پانی ہوا بنکر اُڑجاتا ہے تو ہمکو اپنی اس حالت سے یعنے زوال گریہ و عروج آہ سے باور آیا یعنے یہہ بات صحیح ہے ظاہر ہے کہ گریہ پانی اور آہ ہوا ہوتی ہے ۔

دل سے مٹنا تری انگشت حنائی کا خیال	ہوگیا گوشت سے ناخن کا جدا ہوجانا

مٹنا = محو ہونا ۔ زائل ہونا ۔ انگشت حنائی = حنائی مین جو (یا) ہے یہہ یاے نسبتی ہے ۔ انگشت حنائی یعنے حنا والی انگشت ۔ وہ انگشت جو مہندی کے رنگ سے سرخ ہو ۔ اس شعر مین انگشت کے معنے ہاتھہ اور پنجہ کے ہین از روی قاعدۂ مجاز مرسل یعنے استعمال جزو بجای کُل درست ہے خیال = بالکسر تصور و گمان ۔ اس لفظ کی حرکت مین اختلاف ہے اکثر صاحبان

لغت لکھتے ہین کہ بالفتح ہے مگر فارسی والے بالکسر بولتے ہین - اور قوت متخیلہ کو بھی خیال کہتے ہین - جدا ہو جانا علیحدہ ہو جانا - الگ ہو جانا -

ہے مجھے ابر بہاری کا برس کر کھُلنا	روتے روتے غم فرقت مین فنا ہو جانا

ابر بہاری = بہاری مین جو (یا) ہے یہ یای نسبتی ہے - مجھے = یعنے میرے لئے - روتے روتے = اسم حالیہ ہے - مرزا نے اس ایک چھوٹی سی غزل مین فنا ہو جانیکا مضمون تین جگہہ باندھا ہے (۱) عشرت قطرہ ہے دریا مین فنا ہو جانا (۲) دل ہوا کشمکش چارۂ زحمت مین تمام (۳) روتے روتے غم فرقت مین فنا ہو جانا - شعراے قدیم ایک ہی غزل مین تکرار مضمون اور تکرار قافیہ کو ناجایز جانتے تھے مگر متاخرین کے پاس جائز ہے - بلکہ ایک مضمون کو کئی طرح سے ادا کرنا اور ایک قافیہ کو کئی طور سے باندہنا خواہ ایک غزل مین ہو خواہ متعدد غزلون مین ہو مگر تازہ اور عمدہ اسلوب سے ہو تو اُسکو کمال سمجھتے ہین -

گر نہین نکہت گل کو ترے کوچے کی ہوس	کیون ہے گرد رہ جولان صبا ہو جانا

یعنے نکہت گل کو تیرے کوچہ مین آنے کی ہوس ہے - اس شعر مین کوچۂ معشوق کی تعریف و توصیف ہے یعنے کوچۂ معشوق ایسا معطر و معنبر و غیرت گلستان و رشک باغ و بوستان ہے کہ نکہتِ گل کو بھی وہان آنیکی ہوس لگی ہوی ہے - ظاہر ہے کہ نکہتِ گل نہایت لطیف اور مفرح چیز ہے جسکے سب شائق ہین -

تا کہ تجھہ پر کھلے اعجاز ہواے صیقل | دیکھہ برسات مین سبز آئینہ کا ہو جانا

یعنے صفاے باطن سے آدمی کو سرسبزی اور نجاتِ آخرت حاصل ہوتی ہے یہان صیقل کے مجازی معنے یعنے صفای باطن مراد ہین - کھلے = یعنے ظاہر ہووے اور یہہ لفظ آئینہ کے ساتھہ مناسبت رکہتا ہے کیونکہ آئینہ کشادہ اور کھلا ہوا ہوتا ہے - لفظ ہوا اور برسات اور سبز صنعتِ مراعات النظیر ہے یہان ہوا بمعنی آرزو و تمنا آیا ہے اور حقیقی معنون کے لحاظ سے برسات کے ساتھہ مناسبت رکہتا ہے - آئینۂ فولادی کا سردی سے زنگ بستہ ہو جانا ایک معمولی بات ہے - اسکو مرزا صاحب نے جو اعجاز کہا ہے یہہ محلِ تامل ہے کیونکہ اعجاز کی تعریف یہہ نہین ہے -

بخشے ہے جلوۂ گل ذوقِ تماشا غالب | چشم کو چاہیے ہر رنگ مین وا ہو جانا

جب چشم ہر رنگ مین وا ہو جاےگی تو اُسکو وحدۃ الوجود کا نظارہ حاصل ہوگا اور ہر رنگ مین اُسی کو یعنے ذاتِ باری تعالی کو دیکھے گی - یہہ علم تصوف کے خبطیات ہین جو شریعت محمدی علیہ الصلوۃ والسلام اور دین آسمانی کے برخلاف ہین اور ہمہ اوست کا مسئلہ شریعت غرای محمدی علیہ الصلوۃ والسلام کے پاس نامقبول ہے منصور اور سرمد کا قصہ مشہور ہے کہ وہ دونون انہین لغویات کیوجہ سے صاحبان شریعت کے حکم اور فتوے سے قتل ہوئے ہے غالب = منادی یعنے اے غالب - بخشے ہے = اب متروک ہے اسکی جگہہ مین بخشتا ہے یا بخشیگا کہتے ہین - وا ہو جانا = کھل جانا -

مرزا صاحب نے آنکھہ کی جگھہ چشم اسوجہ سے کہا ہے کہ اُن کی طبیعت زبان فارسی
کی دلدادہ ہے اور دوسری وجہ خاص یہہ ہے کہ اس مقام پر چشم کا لفظ
بنسبت آنکھہ کے زیادہ تر خوشنما معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہان لفظ چشم پر زور
دیکر پڑہنے سے تاکید کے معنے پیدا ہوتے ہین اور یہہ موقع تاکید کا ہے
بہرحال یہان آنکھہ سے لفظ چشم بہتر ہے کیونکہ فصاحت وجدانی امر ہے
اور یہان لفظ چشم کا استعمال مقتضاے فصاحت ہے -

تمت

خاتمۃ الطبع از طرف مصنف

[illegible] تعالی کہ اس شرح کا پہلا حصہ ختم ہوا اور میری کوشش اور میرے
مال سے مطبع فخر نظامی واقع حیدرآباد دکن مین چھپ گیا - امید ہے
کہ اسکے دوسرے دو حصے بھی بہت جلد شائع ہون گے مگر صرف میری
کوشش اور میرا مال کہانتک مکتفی ہو سکتا ہے - جب تک امراے ذیعزت
اور حکام با فخر و مرتبت توجہ نکرین امید نہین کہ دوسرے حصے شایع ہوسکین
کیونکہ فارسیون کا قول ہے ؎ مرا تجربہ معلوم شد پس ازسی سال
کہ قدر مرد بعلم است و قدر علم بمال + بہرحال دوسرے حصون کی چہپوانے
مین خاکسار سعی کریگا کیونکہ اس کام مین زبان اُردو اور شعر و سخن کی

ترقی مقصود ہے اور خیالبندی کی پیچیدگیان پبلک پر منکشف ہوتی ہین
مین بیدل اور ناصر علی اور شوکت اور جلال اسیر اور ظہوری اور
غالب اور مومن کا بدل معتقد ہون مگر اُن کے اختراعات بیجا
اور خیالات سرد درگم سے نہایت متنفر ہون اور اس باب مین فصحای اہل
لسان کا مقلد و معتقد ہون - اللہ تعالی اس مختصر شرح کو بقای
دوام اور قبولیت خاص و عام عطا کرے اور فتنہ پردازون کے شر و فساد
سے محفوظ رکہے - آمین آمین -

نوٹ از طرف مصنف

مین نے اس شرح کو بطور ضمیمہ کے لکہنا شروع کیا تہا مگر جب لکہنے بیٹہا
تو میرے ذہن مین پست و بلند اور رطب و یابس مضامین اس کثرت سے
آ گئے اور صفحۂ کاغذ پر لکہے گئے کہ صرف باب الالف کا حجم آٹہہ جزو سے
زیادہ ہو گیا - چونکہ ضمیمہ بہ نسبت اصل کتاب کے چہوٹا ہونا چاہئے تہا
لہذا مین نے اس شرح کو ایک علیحدہ شرح قرار دیا ہے مگر اسکو
وثوق صراحت کے ساتہہ پورا تعلق حاصل ہے - یہ سمجہہ لیجئے
کہ غیر مکمل شرح کو مین نے مکمل کر دیا ہے - ناظرین سے
امید ہے کہ میری تحریر مین کہین کوئی غلطی پائین گے تو براہ کرم چشم
پوشی فرمائین گے کیونکہ فارسی کا دانشور کہتا ہے ؎ بیت
گر بخطائے رسی طعنہ مزن * کہ ہیچ نفس بشر خالی از خطا نبود -

اس کے دوسرے حصے بشرط قدردانی گورنمنٹ شایع ہونگے فقط

والسلام خیر الختام

غزل بزبان فارسی طبعزاد مصنف این شرح فرزند حضرت والد مرحوم

حسن و خوبی را چو آن رشک قمر می پرورد
عشق و الفت را ز من داغ جگر می پرورد

زلف پر چین تو در چین شور و شر می پرورد
طرۂ شوریده سودای دگر می پرورد

روی پر نور تو انوار سحر می پرورد
زلف مشکین تو شب تا ریک تر می پرورد

بوسه هنگام آن لب شیرین شکر می پرورد
وان دهان غنچه سان رشک تتر می پرورد

دل که خود را از برای نیشتر می پرورد
ناله ها را دمبدم چون نوحه گر می پرورد

پاک طینت را دعای نیک اثر می پرورد
بوالهوس را فریبی ها تازه تر می پرورد

دیدۂ من اشکبار و سینۂ تو پر غبار
راست میگویم که هر یک بحر و بر می پرورد

شاد و بیغم دارد او را گریه های عاشقان
آری آن سرو روان را چشم تر می پرورد

عاشقان دانند که اندر دو رخود عشق کسی
داغ دل درد جگر ضعف بصر می پرورد

باز گرد جان ما گر بیند آن گل سوی ما
عاشقان جان بلب را آن نظر می پرورد

گر تو می آوردی آنرا جای بو بودی چه خوب
ای صبا جان مرا آن خاک در می پرورد

بسکه درد و غم غذای عاشقان شد در ازل
از وفور رشک جانم نامه بر می پرورد

عمر تان باد دراز و جاه تان باد ابلند
یاد تان ای ناله ها جان و جگر می پرورد

بسکه در خون می تپید هر دم زآواز خوشت
گوئیا اندر دل من نیشتر می پرورد

حسرت پرواز تا افزون کند اندر دلش — آن شکاری صید خود را بال و پر می پرورد

شوق دل گردست پایم را سراسر آبله — خارہائے راہ را این راہبر می پرورد

طرفہ تر سحریست اے یاران تماشا کردنی — دو جبال سخت یک موئے کمر می پرورد

تیز طبعان را بہر جا قدر و منزل بیش ہست — سنگ و خود زان نہان از ما شرر می پرورد

بے ہنر ہر جا رود از فاقہ مردن بخت اوست — با خبر دانند کہ آدم را ہنر می پرورد

نے عجب گر سربلندم سازد از لطف عمیم — آن خداوندیکہ اینجا خیر و شر می پرورد

کوچہ ات را کوچہ آئینہ نامی خوشتر است — زانکہ عکس حسن تو دیوار و در می پرورد

سنگ جور ای محتسب بر شان مزن ہشیار باش — کاندرینجا شیشہ ما را شیشہ گر می پرورد

راہ استدلال بگذار ار تو خواہی عافیت — اے بسا دزدان بد این رہگذر می پرورد

ہست کار راستان آوردن مضمون خویش — زانکہ شیرینی و شکر نیشکر مے پرورد

میر محبوب علیخان[۱۱] شاعران دہر را — بیشتر از بیشتر از بیشتر مے پرورد

ہم رعایا و برایا و علوم و ہم فنون — بیشک این شاہ نکوی دادگر می پرورد

فیض بخشی عماد الملک[۱۲] را ز من مپرس — اہل علم و خاندان را بے خطر می پرورد

طرز گفتار تو واجد تو دہ ہای عشق را — آفرین صد آفرین بس مختصر می پرورد

[۱۱] خلد اللہ ملکہ و دولتہ ۔

[۱۲] عالیجناب فیض مآب آنریبل نواب عماد الملک بہادر مولوی سید حسین صاحب بلگرامی ناظر تعلیمات
و پرائیویٹ سکرٹری اعلیحضرت حضور نظام دام اقبالہ ۱۳ واجد عفی عنہ

تعلیمات علاقہ حیدرآباد دکن کے نام حضرت والد مرحوم نے اپنی صدارت کے زمانے مین لکھے تھے اور دوسرے حصہ مین رقعات ہین - دونو حصون کی مجموعی ضخامت انیس ۱۹ جزو ہے - طرز کلام وہی اہل لسان کا تتبع اور اعلی درجہ کی صاف و فصیح و دلکش انشا پردازی ہے محاورہ بندی اور صنائع لفظی و معنوی کا خوشنما استعمال حضرت والد مرحوم کی خاص طرز ہے - حضرت والد مرحوم روز مرہ ایران کے دلدادہ تھے - اہل لسان اس کلام کے گرویدہ اور بے انتہا شایق ہین - قیمت

ہر دو حصہ دو روپیہ (عمار) سکہ حالی یا عمہ سکہ کلدار -

اس انشا کا حصہ اول و دوم ایک ایک روپیہ سکہ حالی مین علیحدہ علیحدہ بھی دستیاب ہو سکتا ہے یہ انشا فارسی کے شایقون اور طالب العلمون کے لئے کمال مفید ہے -

وثوق صراحت - بزبان اردو مرزا غالب دہلوی کے اردو دیوان کی ایک چھوٹی سی و مختصر شرح ہے جو نکہ معتبر مصنف کی تصنیف ہے لہذا معتبر کتاب ہے بہت سی اشعار کی شرح نہایت عمدگی کیساتھ مختصر طور پر لکھی ہے اور مرزا کے کلام کے اکثر نکات و دقائق کو اچھی طرح سے کھولا ہے - لفظون کے معنے قابل دید ہین اور ہر ایک فقرہ نشتر کا کام دیتا ہے - اسکا صحت نامہ بھی چھپ گیا ہے قیمت مع ضمیمہ (مصنف مشتہر) عمار سکہ حالی یا عار سکہ کلدار ضخامت معہ ضمیمہ و صحت نامہ (۲۴) جزو - کل تصنیفات کا محصولڈاک ان قیمتون کے علاوہ ہے - درخواست مشتہر کے نام ذیل کے پتے پر آنی چاہئے فقط

نوٹ - تصنیفات حضرت والد مرحوم بغرض فروخت چھپوائے گئے ہین جن صاحبون کو ان کتابون سے فیض یاب ہونا منظور ہو وہ قیمت دیکر مشتہر کے پاس سے کتابین حاصل کر سکتے ہین فقط واجد عفی عنہ

المشتہر محمد عبد الواجد عفی عنہ واجد فارسی مدرس سٹی ہائی اسکول ساکن محلہ اندرون دروازہ چادر گھاٹ قریب مسجد الماس بلدہ حیدرآباد دکن

اطلاع

وثوق صراحت اور وجدان تحقیق کے جملہ حقوق
محفوظ ہین ۔ کوئی صاحب ان کتابون کو بغیر میری
اجازت کے نہین چہپوا سکتے ۔ اور کوئی مضمون ان کتابون سے
اخذ و انتخاب کرکے علیحدہ کتاب بہی مرتب
نہین کرسکتے ہان جسقدر نسخے مطلوب ہون مشتہر کے
پاس سے بارسالِ قیمت طلب کرسکتے ہین فقط

الراقم محمد عبدالواجد عفی عنہ واجد عیان

فرزند حضرت والد مرحوم